DAMAGE BOOK

UNIVERSAL LIBRARY

OU_222409

UNIVERSAL LIBRARY

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجموعۂ کلامِ شبلی

مرتبہ

ظفر الملک علوی اڈیٹر الناظر

و مالک الناظر بک ایجنسی

الناظر پریس واقع لکھنؤ میں چھپا

قیمت ۱۰ر سنہ ۱۹۲۴ء

بار سوم

۱۱۹۲۲

تصانیف مولانا شبلی مرحوم

سیرۃ النبی - حصہ اول مجلد ہعہ و صہ، حصہ دوم مجلد ہے و للعہ

آغاز اسلام - اسلام کی ابتدائی تاریخ اور حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ۸ر

سیرۃ النعمان - امام ابو حنیفہ کی سوانح عمری اور اُن کا طریق اجتہاد عہ ۸ر

الفاروق - حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سوانحعمری اور اُن کا طرز حکومت ے ر

الغزالی - امام غزالی کی سوانحعمری اور اُن کا فلسفہ ۶ ۸ر

المامون - خلیفہ مامون الرشید عباسی کی سوانحعمری عہ ۸ر

سوانح مولانا روم - مولانا روم کے حالات زندگی اور اُن فلسفۂ تصوف عہ ۸ر

بیان خسرو - حضرت امیر خسرو کے حالات اور کلام پر تبصرہ ۱۰ر

مضامین عالمگیر - شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے معترضون کو جواب عہ ر

سفرنامۂ روم - روم و مصر و شام کے حالات ۶ر

رسائل شبلی - بیس علمی و تاریخی مضامین کا مجموعہ عہ ۸ر

مقالات شبلی - پندرہ علمی و تاریخی مضامین کا مجموعہ عہ ۱۲ر

الکلام - جدید علم کلام ۶ر

علم الکلام - مسلمانون کے علم کلام کی تاریخ ۶ر

شعر العجم - فارسی شاعری کی تاریخ جلد اول، جلد دوم، جلد سوم، جلد چہارم، جلد پنجم

مضامین متفرقہ - کتب خانہ اسکندریہ - اسلامی حکومت اسلامی مدارس - زیب النسا جہانگیر

کلیات شبلی - (فارسی) جسمین دیوان شبلی اور مجموعہ ہائے غزلیات شامل ہین ۶ر

الانتقاد - جرجی زیدان کے تمدن اسلام پر عربی زبان مین ریویو ۸ر

ملنے کا پتہ الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذارش

Checked 1969.

1973

فارسی بین تا بہ بینی نقشہای رنگ رنگ
بگذر از مجموعۂ اردو کہ بی رنگ من است

مرزا اسد اللہ خان غالب کا خیال اپنے کلام اردو کے متعلق تھا مگر زمانہ کی ربوبیتوں کے سامنے کسی کی نہیں چلتی۔ وہی مجموعۂ اردو جو مرزا کے نزدیک بیرنگ تھا آج غالب کی شہرت و عظمت کا ذریعہ بنا ہوا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ فارسی کلام کو معدودے چند آدمیوں کے سوا کوئی ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔ غالب کا کلیات فارسی نولکشور پریس نے ردی کاغذ پر چھاپ دیا ہے اور شائقین کا محدود گروہ اسی کو غنیمت جانتا ہے۔ اردو دیوان کی مقبولیت اور مانگ کا یہ عالم ہے کہ لکھنؤ کانپور لاہور وغیرہ میں جو رسمی دیوان چھپتے رہتے ہیں اُنکے علاوہ بدایوں سے ایک خاص ایڈیشن شایع ہوا جسمیں اگرچہ صحت اشعار وغیرہ کا انتظام نہیں کیا گیا۔ لیکن کاغذ بیز و کتابت وضع مسطر کشادہ ہے اور قیمت معقول ہونے کے باوجود ہاتھوں ہاتھ بک رہا ہے۔ اسکے علاوہ تین چار شرحیں لکھکر شایع کی گئیں جنمیں سے حسرت موہانی کی شرح تو اس قدر مقبول ہوئی کہ سنہ ۱۹۱۶ء میں چوتھی بار چھپی تھی اور اب قریب اختتام کے ہے مگر شیدایان کلام غالب کی پیاس ابتک نہیں بجھی ہے اور انجمن ترقی اردو کی طرف سے بڑے اہتمام کے ساتھ ایک اعلیٰ اڈیشن شایع کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ پھر مرزا کا اردو کلام ادق،

ناقابل فہم اور بعض مجتہدین و نقادان فن کے بقول ناقص اور غلط ہونیکے باوجود اس زمانہ کے اخبارات۔ رسائل اور تصانیف مین جس کثرت سے موقع بے موقع استعمال کیا جاتا ہے، وہ بھی حسن قبول کی دلیل ہے۔

مولانا شبلی کی بھی قریب قریب یہی حالت تھی۔ وہ اگرچہ ابتدا سے اُردو مین مشق فن کرتے تھے مگر کبھی اسکو وقیع نہ سمجھے۔ بلکہ زمانۂ قیام حیدرآباد مین جب کبھی اسکا ذکر نکلتا تو وہ ایسے پیرایہ مین گفتگو کرتے جس سے صاف مترشح ہوتا کہ مولٰنا اُردو مین شعر کہنے کو موجب ننگ جانتے تھے۔ اس کا سبب غالبًا یہ تھا کہ ایک طرف قدیم شاعری کا چمنستان امیر و داغ کی نغمہ سنجیون کے لیے وقف تھا اور دوسری طرف نظم جدید کی مملکت مین مولانا حالی کا سکہ چل رہا تھا۔ مولوی شبلی صاحب کو اسکی کیا توقع ہوسکتی تھی کہ وہ ان حریفون کے مقابلے مین کوئی نمایان امتیاز حاصل کر سکین گے اور جو شہرت اپنی تاریخی تصانیف کی وجہ سے مولانا کو علمی دنیا مین حاصل ہو چکی تھی اُسکے بعد وہ اسے مشکل ہی سے گوارا کر سکتے تھے کہ شاعرون کی مجلس مین اُنکی کرسی نیچی رہے، چنانچہ یہی وجہ ہو کہ مولانا کے ابتدائی کلام مین سے ایک مثنوی اور چند قومی نظمون کے سوا کچھ نہ چھپنے پایا اور اُنکی اشاعت مین بھی مولانا نے کوئی اہتمام نہین کیا۔

ایک مرتبہ راقم الحروف کو ایک قلمی بیاض سے مولٰنا شبلی کے کچھ اشعار کی نقل مل گئی لیکن جب مولانا سے ذکر آیا اور اُن اشعار مین اُنکی اشاعت کا ارادہ ظاہر کیا گیا تو انھون نے بإصرار اس سے باز رکھا بلکہ یہانتک کہا کہ اگر اُن کی اشاعت کی جائیگی تو راقم الحروف سے تمام تعلقات منقطع ہوجائینگے۔ سنہ ۱۹۰۱ء کا واقعہ ہے۔ وہ اشعار اتفاق سے تلف ہوگئے ورنہ اب اُنکی اشاعت کا اچھا موقع تھا۔ ایک شعر یاد رہ گیا ہے۔

بہرہ متفرقات مین ملے گا۔

دسمبر ۱۹۱۱ء مین جب تقسیم بنگالہ کی منسوخی کا اعلان کیا گیا تو مسلمانون مین ایک غیر معمولی اضطراب اور ہیجان پیدا ہو گیا تھا۔ مولانا شبلی ملک کے سیاسی معاملات مین پہلے کوئی حصہ نہین لیتے تھے۔ مگر اس عام اضطراب و ہیجان کے دوران مین "مسلمانونکی پولیٹکل کروٹ" کے عنوان سے جو مضامین اُنھون نے مسلم گزٹ مین لکھے تھے اُن سے مولانا کے خیالات و کیفیات کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ اُسی زمانہ مین جنگ بلقان چھڑ گئی اور جہانتک ہمین علم ہے مجروحین جنگ کی امداد کے لیے چندہ فراہم کرنیکی غرض سے جو جلسہ ہوا تھا اُسمین مولانا نے جو چند شعر پڑھے تھے اُنھین سے اُنکے اس دور شاعری کی ابتدا ہوتی ہے۔ اُسکے بعد جنگ کے سلسلہ مین مسلم یونیورسٹی کے متعلق مسلم لیگ کے خلاف۔ مسجد کانپور کے بارہ مین ندوہ کی نام نہاد اصلاح کے لیے اور دیگر معاملات قومی و ملکی پر مولانا کی نظمین برابر شایع ہوتی رہین۔ یہ نظمین بکثرت الہلال مین اور نیز دوسرے اخبارات مین کشاف و وصاف، وغیرہ کے فرضی ناموں سے چھپتی رہین اور بہت پسند کی گئین۔ بعض جو زیادہ مقبول ہوئین افسوس ہے کہ پریس ایکٹ کے تحت اُنکی اشاعت روک دی گئی اور یہی وجہ ہے کہ اِس مجموعے مین اُنکو جگہ نہین دی گئی۔

مولانا کا فارسی کلام بے شبہ بہت پاکیزہ ہوتا ہے۔ خود مولانا کو بجا طور پر اُس پر ناز تھا اور اُنھون نے اپنی دیگر تصانیف کی طرح اُسکے چھوٹے چھوٹے مجموعے کافی اہتمام کے ساتھ چھپوا کر شایع بھی کیے تھے مگر واقعات و حالات شاہد ہین کہ مرزا غالب کی طرح مولانا کو بھی دیو زمانہ سے شکست اُٹھانا پڑی۔

دیوان شبلی جو عرصہ ہوا نامی پریس مین بڑی خوشنمائی کے ساتھ چھپا تھا وہ اِس وقت تک ختم نہین ہوا۔ بوئی گل ۱۹۰۹ء کا چھپا ہوا ابتک بک رہا ہے۔

دستہ گل البتہ سال گذشتہ دوبارہ چھپا ہے۔ برخلاف اس کے اُردو کے متعدد ناکمل مجموعے اس چند سال کی مدت مین چھپے اور قریب قریب اختتام کو پہونچ چکے ہین۔ اور ایک کمل مجموعہ کی برابر مانگ ہو رہی ہے چنانچہ مجی منشی محمد امین صاحب اڈیٹر ظل السلطان نے ایک کمل مجموعہ فراہم کیا اور مکرمی سید سلیمان صاحب ناظم دار المصنفین کے پاس عرصے سے وہ مجموعہ رکھا ہوا ہے جسے مولوی معین الدین صاحب جہانگیر آبادی نے بڑی کوشش سے جمع کیا تھا۔ لیکن بعض اسباب کی بنا پر دونون صاحبون نے ابھی تک اپنے اپنے مجموعے صندوقون مین رکھ چھوڑے ہین۔ اور یہ دیکھ کر کہ دہلی مین جو مجموعہ "نظم شبلی" چھپا اور نیز اس سے قبل لاہور، علی گڈھ وغیرہ مین جو مجموعے چھپے یہ بالکل ناقص ہین، الناظر بک ایجنسی کے معزز قدردانون کی ضرورت و خواہش پر نظر کر کے یہ مجموعہ شایع کیا جاتا ہے۔ جو اگرچہ کمل نہین کہا جا سکتا تاہم سابقہ مجموعون سے یقیناً افضل ہے۔ اگر کوئی کمل مجموعہ شایع ہو جائیگا تو اسکی دوبارہ اشاعت کی حاجت نہ رہیگی ورنہ اُسکے آئندہ اڈیشن مین اور اضافے ہو جائینگے۔ افسوس ہے کہ جنگ کی وجہ سے ملک کے کاروبار پر جو خراب اثر پڑا ہے اُس کی بدولت کاغذ جیسا چاہیے ویسا نہین مہیا ہوا اسی سبب سے چھپائی مین زیادہ اہتمام نہین کیا گیا اگر دوسرے اڈیشن کی نوبت آئی تو انشاء اللہ اس نقص کو رفع کر دیا جائے گا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

ظفر الملک

اطلاع مولانا شبلی مرحوم کی جملہ تصانیف الناظر بک ایجنسی مین موجود رہتی ہین اس مجموعے کے سرورق پر فہرست ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صبح اُمّید

ادراکِ حالِ ما زنگہ می توان نمود
حرفے زحالِ خویش بہ سیما نوشتہ ایم

کیا یاد نہین ہمین وہ ایام؟ — جب قوم تھی مبتلائے آلام
وہ قوم کہ جان تھی جہان کی — جو تاج تھی فرقِ آسمان کی
تھے جس پہ نثار فتح و اقبال — کسریٰ کو جو کر چکی تھی پامال
گل کر دیے تھے چراغ جسنے — قیصر کو دیئے تھے داغ جسنے
وہ نیزۂ خون فشان کہ چل کر — ٹھہرا تھا فرانس کے جگر پر
روما کے دھوین اُڑا دیے تھے — اٹلی کو کنوئین جھنکا دیے تھے
با این ہمہ جاہ و شوکت و فر — اقلیم ہنر بھی تھے مُسخّر
ہیئت مین بلند پایہ اُس کا — تھا فلسفہ زیر سایہ اُس کا
منطق مین ہوا جو گرمِ جولان — تھامے تھے رکاب مصر و یونان
میدانِ سخن جو روبرو تھا — فارس کی زبان پہ طرقوا تھا
جو فلسفیانِ ہند و چین تھے — خرمن سے اسی کے خوشہ چین تھے
یہ قوم کہ تاجِ آسمان تھی — اب کوئی گھڑی کی میہمان تھی
تھے جان کے پڑ گئے جو لالے — ہر سانس پہ لیتی تھی سنبھالے
جس چشمے سے ایک جہان تھا سیراب — وہ سوکھ کے ہو رہا تھا بے آب

پامال ہوا تھا بوستان کیا! آئی تھی بہار پر خزان کیا!
وہ ابر کہ چھا رہا تھا یکسر دو دن ہوے کھل گیا برس کر
پستی نے دبا لیا فلک کو خورشید ترس گیا چمک کو

اب خضر کو گمرہی کا ڈر ہے عیسیٰ کو تلاش چارہ گر ہے
جو ابر ابھی برس گیا ہے اک بوند کو اب ترس گیا ہے
اسلام کی جان پر بنی ہے دم توڑ رہا ہے جان کنی ہے
ہر چند یہ ہو چکی تھی حالت ہم تھے وہی مست خواب راحت
غفلت نے ڈبو دیا تھا ہم کو تقلید نے کھو دیا تھا ہم کو
مٹنے پہ جو تھا نشان ہمارا خواب اور ہوا گران ہمارا
غفلت کے یہ چل رہے تھے جھونکے گو صبح ہوئی پہ ہم نہ چونکے
کس نیند مین سو گئی تھین آنکھین؟ بیکار سی ہو گئی تھین آنکھین
ادراک و خرد سے برطرف تھا دل یا کوئی پارۂ خزف تھا؟

بیکار تھا۔ بے نظام تھا دل پہلو مین برائے نام تھا دل
تھے ہوش و حواس سب معطل سیدھی تھی غرض نہ ایک بھی کل
تھی روز بروز حالت ابتر بن بن کے بگڑ چلا مقدر
پیچھے ہٹنے لگی تھی بڑھ کر دریا یہ اتر چلا تھا چڑھ کر
عزت نہ رہی نہ جاہ و ثروت افلاس کی بج چکی تھی نوبت
دولت سے جو ہاتھ دھو چکے تھے ہم علم و ہنر بھی کھو چکے تھے
وہ فلسفۂ کہن ہمارا گنجینۂ علم و فن ہمارا

وہ اوجِ کمالِ نکتہ دانی　　یعنے وہ مسائلِ معانی
منقول کی انتہا سے تکمیل　　آئین و اصولِ جرح و تعدیل
ترتیبِ گذارشِ دلائل　　اِس طرح کے اور بھی مسائل
اندوختۂ سلف تھا جو کچھ　　وہ لعل تھا یا خزف تھا جو کچھ
تھے ذرۂ خاک۔ یا ستارے　　اب کچھ نہین ہاتھ مین ہمارے
معقول کو۔ فقہ کو۔ ادب کو۔　　ہم ہاتھ سے کھو چکے ہین سب کو
بیہودہ فسانہا سے پارین　　زلف و خط و خال کے مضامین
وہ نوکِ مژہ کی نیزہ بازی　　وہ تُرکِ نگہ کی فتنہ سازی
یہ طرزِ خیال تھا ہمارا　　یہ فن۔ یہ کمال تھا ہمارا
جغرافیۂ وجود سارا　　ہر چند کہ ہم نے چھان مارا
کی سیر بھی گرچہ بحر و بر کی　　لیکن نہ خبر ملی کمر کی
نالون کے دکھائے جب تماشے　　گردون کے اُڑا دیے پرخچے
دریا ٹھہرایا چشمِ تر کو　　خونِ نابہ فشان کہا جگر کو
چھیڑا رگِ دل کو نیشتر سے　　نالون کو اڑا دیا اثر سے
اِس کوچۂ تنگ و تار سے ہم　　اِس پیچ سے اِس حصار سے ہم
تھا یاسے گو ہزار پٹکر　　تا زیست نکل سکے نہ باہر
چرچا یا ذکر تھا تو یہ تھا　　جولان گہِ فکر تھا۔ تو یہ تھا
اپنی تو ہمین نہ کچھ خبر تھی　　اورون کے عیوب پر نظر تھی
لڑتے تھے بات بات مین ہم　　ڈوبے تھے تعصبات مین ہم

دکھلائی کمال دینداری — مومن کو بنا دیا جو ناری
تکفیر ہمارا ہی چلن تھا — زندیق تو تکیۂ سخن تھا
دشمن کو نہ کر سکے موافق — مومن کو بنا دیا منافق
گمراہ تو سیکڑون بنائے — رستے پہ نہ ایک کو بھی لائے
خلق نبوی کی تھی یہ تصویر! — آپس مین ہر ایک گرم تکفیر
تصنیف مین گالیون کی بھرمار — تحریر کہ لعنتون کا انبار
برپا تھے وہ مسجدون مین فتنے — دیکھے نہ سُنے کبھی کسی نے
آپس مین نفاق کا یہ عالم — یہ اُس سے خفا۔ وہ اُس سے برہم
اللہ ری یہ وفورِ غفلت! — سمجھے تھے رواج کو شریعت!
باطل پہ فدا۔ تو حق سے بیزار! — تقلید پہ کس بلا کا اصرار
دیندار برائے نام تھے ہم — وابستۂ رسم عام تھے ہم
تھے رسم و رواج پر فدا سب — تحقیق سے کچھ غرض نہ مطلب
سمجھے نہ ذرا۔ کہ وقت کیا ہے؟ — کس سمت زمانہ چل رہا ہے؟
نیرنگیون پر نہ کچھ نظر کی — یعنے کہ ہوا ہے اب کدھر کی؟
کیا چیز ہے؟ کیسی صنعتین ہین؟ — کیا وقت ہے؟ کیا ضرورتین ہین؟
رنگ و روشِ سپہر کیا ہے؟ — اب طرزِ زمانۂ دہر کیا ہے؟
ہین چرخ کی اب نئی ادائین — چلنے لگین اور ہی ہوائین
چھیڑے ہے جو گئے نئے فسانے — نغمہ وہ رہا۔ نہ وہ ترانے
پھونکا ہے فلک نے اور افسون — اب رنگ زمانہ ہے دگرگون

تارے ہین اب نئی چمک کے | وہ ٹھاٹھ بدل گئے فلک کے
اب صورت ملک و دین نئی ہے | افلاک نئے - زمین نئی ہے
سب بھول گئے ہین ماسبق کو | گردون نے الٹ دیا ورق کو
تیور جو بدل گئے قضا کے | ڈھنگ اور ہین چرخ فتنہ زا کے
میخانۂ اولین ہمارا | وہ جام - وہ ساتگین ہمارا
وہ لطف کے تذکرے وہ فرصت | وہ گرمی انجمن - وہ صحبت
وہ سحر و فسونگری زبان کی | وہ طرز - وہ شوخیان بیان کی
وہ دُرجِ درِ سخن ہمارا | گنجینۂ علم و فن ہمارا
جو زینت و ساز تھے ہمارے | جو مایۂ ناز تھے ہمارے
جس باغ کے برگ و ساز تھے ہم | یعنے کہ چمن طراز تھے ہم
جو دشت تھا سبزہ زار ہم سے | جس باغ پہ تھی بہار ہم سے
جس بزم کے میگسار تھے ہم | جس ملک کے تاجدار تھے ہم
جھونکے جو چلے نئی ہوا کے | آغوش ہین آگیا فنا کے
وہ بزم رہی - نہ جام و ساغر | یک بار الٹ گیا وہ دفتر
دیکھی یہ روش تو پھر خردمند | ہوتے گئے طرز نو کے پابند
گرنے بھی نہ پائے تھے کہ سنبھلے | بدلا جو زمانہ - وہ بھی بدلے
طرز روشِ زمانہ حالی | جس ڈھنگ پہ ہے چلے وہی چال
یان اور جو قافلے روان ہین | سب بادِ صبا سے ہمعنان ہین
لیکن نقش زمین رہے ہم | بیٹھے تھے جہان - وہین رہے ہم

گر گر نہ کبھی اُبھر سکے ہم
بگڑے۔ تو نہ پھر سنور سکے ہم

گو غیرِ اہلِ انجمن ہین
ہم گرمِ فسانۂ کہن ہین

اب تک ہین بغفلت آرمیدہ
محوِ چمن خزان رسیدہ

ہرچند وہ بزم ہے۔ نہ احباب
ہم دیکھ رہے ہین پر وہی خواب

گو لطمہ خورِ زمانہ ہین ہم
مخمورِ مئے شبانہ ہین ہم

اُس گنج گہر پہ ہم ہین نازان
جس کا کوئی جوہری نہین یان

قائم جو وہ انجمن نہین ہے
اِس نقد کا اب چلن نہین ہے

اب عیب ہین سب ہنر ہمارے
ہین پوچھ سے کم گہر ہمارے

ازبسکہ ذلیل وخوار ہین ہم
افسانۂ روزگار ہین ہم

ہے اوج پہ بخت بد ہمارا
دیکھے کوئی جزرومد ہمارا

کیا کوئی سنے فغان ہماری!
دلدوز ہے داستان ہماری

ہم مایۂ عبرتِ جہان ہین!
ہم ننگ زمین و آسمان ہین!

ناچار ہین خستہ حال ہین ہم
عبرت کدۂ زوال ہین ہم

مٹنے پہ ہے اب نشان ہمارا
گم گشتہ ہے کاروان ہمارا

کس ندانست کہ منزل گہ مقصود کجاست
این قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

ماتم تھا یہی کہ آئی ناگاہ
اِک سمت سے اِک صدائے جانکاہ

اِس شان سے تھی وہ آہِ دلگیر
پہلو مین اثر بغل مین تاثیر

دل ہاتھ سے لینے مین بلا تھی
جادو تھی؟ فسون تھی؟ جانے کیا تھی؟

ڈوبی ہمہ تن جو تھی اثر مین — نشتر سی اُتر گئی جگر مین
جس سمت سے آئی تھی وہ آواز — وہ جلوہ نمائے سحر و اعجاز
جنبش جو ہوئی رگِ اثر کو — دل تھام کے سب بڑھے اُدھر کو
دیکھا تو وہان بجاہ و تمکین — آیا نظر ایک پیرِ دیرین
صورت سے عیان جلال شاہی — چہرے پہ فروغ صبحگاہی
وہ ریش دراز کی سپیدی — چھٹکی ہوئی چاندنی سحر کی
پیری سے کمر مین اِک ذرا خم — توقیر کی صورت مجسّم
وہ ملک پہ جان دینے والا — وہ قوم کی ناؤ کھینے والا
اُٹھتے ہوے جوش سے برقّت — ہے مرثیہ خوانِ قوم و ملت
نالان ہے کہ اب سے بھی تو جاگو! — ای خواب گران کے سونے والو!
آخر کب تک یہ خوابِ غفلت؟ — اُلٹو تو ذرا نقابِ غفلت؟
تا چند رہو گے مست و سرشار؟ — اُٹھو! کہ سحر ہوئی نمودار؟
سوچو تو ذرا! کہ حال کیا ہے؟ — کس خواب مین ہو؟ خیال کیا ہے؟
غفلت مین جو شب بسر ہوئی ہے — لو اب تو اُٹھو! سحر ہوئی ہے؟
کچھ تم کو خبر ہے۔ یا نہین ہے؟ — کچھ دل پہ اثر ہے۔ یا نہین ہے؟
اغیار کے طنز کو بھی سُن کر — لگتے نہین کیا جگر پہ نشتر؟
دیکھو تو ذرا یہ حالتِ زار — کیون قیدِ بلا مین ہو گرفتار؟
ہو گردِ رہِ ضعف پسین کیون؟ — اِس بزم مین خوار ہو تمھین کیون؟
کیون تیرِ ستم کے ہو نشانہ؟ — بگڑا ہے تمھین سے کیون زمانہ؟

کس نے تمھین اوج سے اوتارا؟ — اقبال نے کیون کیا کنارا؟
کیون بار ہو تم دل زمین پر؟ — کیون برق بلا گری تمھین پر؟
کس پیچ مین رہ گئے ہو پھنسکر؟ — کیا ہے کہ اُجڑ گئے ہو بس کر؟
افلاس مین تم جو ہو گرفتار؟ — بیٹھے ہو جو نقش پاسے بیکار؟
شکوے ہین جو بے زری کے تمکو — لالے ہین جو نوکری کے تم کو
حرفت کو جو کرچکے ہو غارت — برباد جو ہوچکی تجارت
ہر علم و ہنر سے بے خبر ہو — صنعت مین جو تم شکستہ پر ہو
مدخل جو نہین کمال مین کچھ — وسعت جو نہین خیال مین کچھ
افعال جو سخت مبتذل ہین — تدبیر کے دست و پا جو شل ہین
رونا ہے تمھین اب آج جن کا — خودکردہ ہین کیا علاج اُن کا
غفلت مین جو خوب سوچکے ہو — ہونا جو تھا - وہ ہوچکے ہو
دنیا کے نہ کام کے نہ دین کے — افسوس! رہے نہ تم کہین کے
نکبت کی گھٹا ہے سر پہ چھائی — افلاس کی ہر طرف دُہائی
اب عیش نصیب ہے - نہ آرام — گھر گھر مین مچا ہوا ہے کہرام
برباد پڑے ہین کارخانے — نکبت نے مٹا دیے گھرانے
رونق کا اثر نہ عیش کی بو — اِک خاک سی اُڑ رہی ہے ہر سو
اُمید کے دِن کی ہوچکی شام — خورشید اب آگیا لب بام
اب وقت اخیر ہے خبر لو! — جو کچھ کرنا ہے اب بھی کرلو!"
تا دیر وہ قوم کا فدائی — وہ خضر طریق رہنمائی

اٹھتے ہوئے جوش دل سے پیہم — عبرت کا دکھا رہا تھا عالم
افسانۂ غم سنا کے ٹھہرا — سوتوں کو جگا جگا کے ٹھہرا
جادو کی بھری ہوئی وہ تقریر — ہونٹوں سے ٹپک رہی تھی تاثیر
ترغیب کے ساتھ ساتھ تہدید — کچھ یاس - تو کچھ نوید امید
کچھ لطف بھی تھا عتاب کے ساتھ — تھا زہر پہ قند ناب کے ساتھ
باتوں میں اثر تھا کس بلا کا — اک بار جو رُخ پھرا ہوا کا
امید کی بڑھ گئی تگ و تاز — اونچی ہوئی حوصلوں کی پرواز
خواہش کے بدل گئے ارادے — ہمت نے قدم بڑھائے آگے
وہ دوڑ چلے جو پا بگل تھے — آندھی ہوئے جو فسردہ دل تھے
جو تھا وہ عجیب جوش میں تھا — مخمور بھی اب تو ہوش میں تھا
اب ملک کے ڈھنگ تھے نرالے — اخبار کہیں - کہیں رسالے
تعلیم کے جابجا وہ جلسے — گھر گھر میں ترقیوں کے چرچے
بیتاب ہر ایک جزو کل تھا — ہر بار "بڑھے چلو" کا غل تھا

نومیدی از وصال تو طاقت گداز بود
صد جا گرہ زدیم امید بریدہ را

اسلام کی حالتِ زبوں کا — آنکھوں میں جو پھر گیا تھا نقشا
تھا صبر و شکیب کا نہ یارا — غیرت نے دلوں کو پھر ابھارا
تھا بسکہ مرض کی جستجو تھی — ہر بزم میں اب یہ گفتگو تھی

یعنی روشِ علاج کیا ہو؟ بیمار کو کس طرح شفا ہو؟
کیا ہو کہ ابھر چلیں ذرا ہم؟ اس قیدِ بلا سے ہوں رہا ہم؟
یہ پھانس چبھی ہوئی نکل جائے بیمارِ اجل ذرا سنبھل جائے
وابستۂ غم کی جان بری ہو سوکھی ہوئی شاخ پھر ہری ہو
یہ قوم کی بیکسی تو جائے یعنی یہ مریض جی تو جائے"
تھی بلکہ ہر ایک کو یہی فکر برسوں یہی بحث تھی یہی ذکر
ہر بزم میں تذکرہ یہی تھا ہر شخص کا مشغلہ یہی تھا
دانش طلبانِ نکتہ دان نے عیسیٰ نفسانِ خوش بیان نے
ترتیب دیئے بکاوش و کد بتیس ۳۲ رسالہاے مفرد
لکھے بدلائل و براہین اس بحث پہ مختلف مضامین
وہ نکتہ ورِ حقیقت آگاہ یعنی مہدی علی ذیجاہ
سید اشرف علی ممتاز مشتاق حسین حکمت پرداز
ان کے قلمِ گہر فشان نے آئین گزارش بیان نے
آسان کری ہر ایک مشکل ناطے شدہ رہ گئی نہ منزل
جو بحث تھی دلنشین کی تھی ہر بات کی چھان بین کی تھی
اسلام کا وہ عروجِ شاہی وہ اوج وہ شانِ کجکلاہی
دیوانِ علوم کی وہ تزئین تحصیلِ کمال کے وہ آئین
تکمیلِ فنون میں توغل اک بار پھر ان کا وہ تنزل"
اس طرح غرض کہ جزر و مد کا کھینچا تھا وہ ٹھیک ٹھیک نقشا

تصویر سی پھر گئی نظر مین — جان آگئی قالب اثر مین
اسباب و علل سے بحث کی پھر — یعنی کہ "یہ انقلاب نادر
کس بات سے ہے؟ سبب ہوا کیا؟ — وہ باعث اوج اب ہوا کیا؟"
پھر اصل سخن پہ کی جو تقریر — یعنی رَوِش علاج و تدبیر
تحقیق کے طے کیے مراحل — وا کر دیے عُقدہائے مشکل
تدبیر کی صورتین بتائین — جو جو تھین ضرورتین بتائین
القصہ یہ بات کی تھی تسلیم — یعنی کہ علوم نو کی تعلیم
تدبیر شفا ہو ہے۔ تو یہ ہے — اس دُکھ کی دوا جو ہے تو یہ ہے
سہتے ہین جو یون غم و تعب ہم — تدبیر یہی ہے بس کہ اب ہم
تقویم کہن سے ہاتھ اُٹھائین — تہذیب کے دائرے مین آئین
سیکھین وہ مطالب نو آئین — یورپ مین جو ہو رہے ہین تلقین
تہذیب کے وہ اصول نایاب — وہ طرز معاشرت کے آداب
وہ گنج گران دانش و فن — وہ فلسفۂ جدید بیکن
کپلر کی وہ نکتہ آفرینی — نیوٹن کے مسائل یقینی
اِس فیض سے ہم بھی بہرہ ور ہون — ہم بھی اسی کان کے گہر ہون
جوہر جو کمال کے دکھائین — اِس بزم مین ہم بھی بار پائین
ہمت کے لگائین جو بال پرواز — اُس اوج مین ہم بھی ہون عنان تاز
گو صعب نہین رہین یہ مراحل — ہم کو ہے مگر یہ تازہ مشکل
قائم ہین جو آج درس گاہین — جن پر ہین اُٹھی ہوئی نگاہین

سرکار سے ہے قیام جن کو | حاصل ہے قبول عام جن کو
اوروں کی، اگرچہ رہنما ہین | اُن کے لیے نسخۂ شفا ہین
جس غم سے مگر تباہ ہین ہم | اُس زخم کے یہ نہین ہین مرہم
اُس درد کی یہ دوا نہین ہین | ناخن یہ گرہ کشا نہین ہین
پیاسے نہین ہم اس ابر دیم کے | درمان یہ نہین ہمارے غم کے
اپنے تو یہ چارہ گر نہین ہین | ہر چند کہ ہین - مگر نہین ہین
تعلیم ہی صرف ہو جو مقصود | کافی ہے یہ جس قدر ہے موجود
ادبار کے ہین مگر جو آثار | ہم ایک ہین اور ہزاروں آزار
ذلت سے بھری ہر ایک خو ہے | افلاس مین سفلہ پن کی بو ہے
آئین معاشرت مین بھی ہم | محتاج ہین تربیت کے اس دم
تہذیب خیال بھی ہے درکار | تحصیل کمال بھی ہے درکار
مقصود ہے دولتِ یقین بھی | تعلیم اُصولِ شرع و دین بھی
تکمیلِ طریقِ پاکبازی | ترویج شریعتِ حجازی
درسِ لغتِ عرب کم و بیش | اتنی ہے جسے مشکلین ہون درپیش
پھر غیر سے کیا ہو چارہ جوئی؟ | کس کس کا کرے علاج کوئی؟
تدبیر یہ ہے کہ اب سنبھل کر | ہم آپ کھڑے ہون اپنے بل پر
وابستۂ غیر تھے اگر ہم | اب آپ ہون اپنے چارہ گر ہم
اِس رُت کو سٹے کرین سراسر | ہم آپ دلیلِ راہ بن کر
قائم ہو باتفاق باہم | اک مدرسۃ العلوم اعظم

جو قوم کا مامن و مقر ہو — درمان ہو طبیب چارہ گر ہو
وہ کعبۂ آرزو ہمارا — ہر غم مین ہو چارہ جو ہمارا
آئین و اصولِ فن بتائے — آداب معاشرت سکھائے
وہ درس گہ خجستہ انجام — ہو پشت و پناہِ قوم اسلام
ہر عقدۂ آرزو کرے وا — مرکز ہو ہماری حاجتون کا
سامان روائیِ غرض ہو — یعنی کہ دواے ہر مرض ہو
درمان ہو مریض خستہ جان کا — مرہم ہو جراحتِ نہان کا

مشاطہ را بگو کہ براسباب حسن یار
چیزے فزون کند کہ تماشا بما رسید

والا گہران قوم نے اب — اک مجلسِ تازہ کی مرتب
دیباچۂ نامۂ سعادت — یعنی وہ خزینۃ البضاعت
رائین ہوئین متفق جو سب کی — اب قوم سے یاوری طلب کی
وہ کشتۂ قوم وہ فدائی — اُٹھا لئے کاسۂ گدائی
ایک ایک سے عرضِ حال کرتا — دَر دَر وہ پھرا سوال کرتا
ہر بزم و ہر انجمن مین پہونچا — ہر باغ مین ہر چمن مین پہونچا
کاوش سے غرض تھی کچھ نہ کد سے — ملتا تھا ہر ایک نیک و بد سے
مردانِ خدا پرست سے بھی — رندانِ سیاہ مست سے بھی
ہر زاہد و بادہ خوار سے بھی — ملتا تھا وہ گل سے خار سے بھی

ٹھہرا نہ جو گرم سیر ہو کر — کعبہ بھی گیا وہ دیر ہو کر
مطلب تھا جو خوب و زشت سے بھی — گذرا حرم و کنشت سے بھی
پستی سے بالا فلک کی صورت — ذرّون مین رہا چمک کی صورت
صوفی۔ عالم۔ رشید۔ و گمراہ — والا گہران با صاحب جاہ
دانش طلبان نکتہ اندوز — کم حوصلگان حیلہ آموز
مطلب کی ہر اک سے تھا طلبگار — ہر خوان سے تھا وہ زلہ بردار
گذرا وہ ہر ایک رہ گذر پر — دی اُس نے صدا ہر ایک در پر
کس بزم مین یہ فغان نہ پہونچی؟ — آہ اُس کی کہان کہان نہ پہونچی!
ہر اک کو یہ ماجرا سُنایا — ہر بزم مین اپنا راگ گایا
نالے کیے داغ دل دکھا کر — رویا کبھی حال غم سُنا کر
کیا کیا نہ مصیبتین اُٹھائین — ہر طرح کی ذلتین اُٹھائین!
ناکام رہا صدائین دے کر! — دشنام سُنی دعائین دے کر!
حنظل پائے شکر کے بدلے! — سنگ اُس کو ملے گہر کے بدلے!
لعل اُس نے دیے شرار پائے! — گل نذر کیے تو خار پائے!
کیا تلخ ملے جواب اُس کو! — کیا کیا نہ دیے خطاب اُس کو!
برگشتہ کہا کسی نے دین سے! — لعنت کا صلہ ملا کہین سے!
خود قوم کو ہو گئی تھی یہ کد — زندیق کہا۔ کسی نے مرتد!
چرچے تھے یہی ز غرب تا شرق — وہ اپنی ہی دھن مین تھا مگر غرق
گو ناوکِ ظلم کا ہدف تھا — وہ شیفتہ پھر بھی سر بکف تھا

منظور جو قوم کا تھا اعزاز ذلت پہ بھی اپنی تھا اُسے ناز
دشنام کو وہ دعا ہی سمجھا! وہ درد کو بھی دوا ہی سمجھا!
جور اُس نے سہے کرم کے بدلے! لطف اُس نے کیے ستم کے بدلے!
ہر چند یہ مشکلیں تھیں درپیش گو غیر تھے سب یگانہ و خویش
دل کو نہ رہا تھا آسرا بھی یاروں میں وفا نہ تھی ذرا بھی
بیگانہ عزیز و خویش ٹھہرا سمجھا جسے نوش نیش ٹھہرا
یہ زحمتیں گو عین ساتھ اُس کے پُر زور تھے پر جو ہاتھ اُس کے
آگے وہ بڑھا ہٹا کے سب کو طے کر کے رہا رہِ طلب کو
آئے تھے جو سنگ راہ بن کر سب اُڑ گئے برگ کاہ بن کر
ناکام رہے وہ جن کو تھی لاگ خاشاک سے دب سکی نہ یہ آگ
کی خس نے اگرچہ لاکھ تدبیر صرصر کا نہ ہو سکا عنان گیر
آتش پہ ٹھہر سکا نہ سیماب خاشاک سے رُک سکا نہ سیلاب
باطل کو جو حق نے کر دیا پست اب نیست نے پائی صورت ہست
آہوں نے دکھائی اُس کی تاثیر کام آئے وہ نالہائے شب گیر
پُر درد جو اُس کی داستاں تھی لبریز اثر جو وہ فغاں تھی
ٹھنڈے ہوئے تھے جو گرم خو بھی دل تھام کے رہ گئے عدو بھی
ہمت تھی جو شمع راہ اُس کی خالی نہ گئی وہ آہ اُس کی
ہونی تھی کہ قوم کے پھریں دن نالے نہ رہے اثر کیے بن
آمادہ ہوئے برائے امداد عالی نشان صاحبِ داد

وہ اوج فزائے شوکت وجاہ — سرکار نظام خلد اللہ
وہ مسند عدالت وداد — یعنی وہ رئیس مصطفیٰ باد
وہ صاحب سیرت رضیہ — دستور کبیر آصفیہ
تھے ملک مین اور بھی جو ذیجاہ — اسلام کے یاور ہوا خواہ
فیاضیون کے دکھائے آثار — یا ابر کرم ہوا گہر بار
امید نے بھی بر غم دشمن — بھر بھر لیے اپنے جیب ودامن
وان بحر کرم کو آگیا جوش — یان مطلب وآرزو تھی ہمدوش
پیدا جو ہوا خیال غیرت — یہ تھا اثر کمال غیرت
اس جوش مین بھر گئے بد و نیک — تھا چور اسی نشے مین ہر ایک
نادار تھا یا کہ اہل زر تھا — ہر اک کا یہ مطمح نظر تھا
روشن ہو یہ شمع راہ حاجت — تعمیر ہو قبلہ گاہ حاجت،،
آخر بہزار جاہ واجلال — طالع ہوا آفتاب اقبال
روشن ہوئی بزم گاہ امید — نکلا افق شرف سے خورشید
قائم ہوا یادگار ایام — وہ مدرسۃ العلوم اسلام
بنیاد کی تھی جو دل ربا رسم — کس شان سے یہ ہوئی ادا رسم
مجمع تھا جو اہل علم وفن کا — کچھ ڈھنگ نیا تھا انجمن کا
کس شوق سے تھے شریک صحبت — عالی منشان قوم وملت
جن کو کہ یہ دھن لگی تھی جی سے — پھولے نہ سماتے تھے خوشی سے
تھا لارڈ لٹن جو صدر محفل — فرزانہ و ہوشمند وعاقل

بنیاد کے سنگ اولین کو ۔۔۔ رکھا تو کہا کہ :- "اے عزیزو!
گو سرورِ انجمن ہے یورپ ۔۔۔ سرچشمۂ علم و فن ہے یورپ
با این ہمہ جاہ و شوکت و فر ۔۔۔ ہے اہلِ عرب کا سایہ پرور
سیکھے ہین اصولِ فن انھین سے ۔۔۔ لی ہے روشِ سخن انھین سے
ہون آج جو مین شریک محضر ۔۔۔ رکھتا ہون جو اس بنا کا پتھر
مقصود یہ ہے - یہ چاہتا ہون ۔۔۔ اس حق سے کسی قدر ادا ہون
خالق سے دعا ہے اب کہ جاوید ۔۔۔ روشن رہے یہ چراغ امید!
ذرہ ہے تو مہرِ آسمان ہو ۔۔۔ قطرہ ہے تو بحرِ بیکران ہو!"

زشرحِ قصۂ ما رفتہ خواب از چشم خاصان را
شب آخر گشتہ و افسانہ از افسانہ می خیزد

یہ حاصلِ نالہائے شبگیر ۔۔۔ یہ قوم کی آرزو کی تصویر
یہ اوج دہِ خیالِ اُمید ۔۔۔ یہ قوم کا نونہالِ اُمید
صد شکر کہ آج بارور ہے ۔۔۔ جو شاخ ہے اُسکی پُر ثمر ہے
لایا ہے وہ برگ و بار کیسا! ۔۔۔ اعدا کو ہے خارِ خار کیسا!
بخت اُسکا ہوا ہے آج اوج پیرا ۔۔۔ ہر لحظہ بہ رونقِ دگر ہے
یہ اُس کی ترقیون کا ہے طور ۔۔۔ کل اور تھا آج ہو گیا اور
پہلے سے بہ آب و تاب ہے آج ۔۔۔ کل شمع تھا - آفتاب ہے آج
اس چشمۂ فیض سے ہے سیراب ۔۔۔ بنگال سے تا حدودِ پنجاب

دانش طلبانِ قوم اکثر | ہین جمع ہر اک جگہ سے آکر
کس نخل کے یان ثمر نہین ہین؟ | کس کان کے یان گہر نہین ہین؟
اس باغ مین کوئی آکے دیکھے | اسلام کے ہونہار پودے

ہرچند یہ اوج پر یہ شان ہو ا | وہ بات مگر ابھی کہان ہے؟
سامان جدا جتنے کچھ بہم ہین | ہرچند بہت ہین پھر بھی کم ہین
جس دشت مین فکر ہے عنان تاز | جس اوج پہ ہے ہوس کی پرواز
جو پیش نہاد آرزو ہے | جس سمت عنان جستجو ہے

جسکے لیے ناصبور ہین ہم | اُس حد سے ہنوز دور ہین ہم
ناطے شدہ منزل طلب ہے | اُمید ہنوز تشنہ لب ہے
باقی ہین بہت سے کام ابتک | تعمیر ہے ناتمام ابتک
آتا ہے جہان ہو کوئی ممتاز | سُنتا ہے یہ بام و در سے آواز

اے قوم اگر جدا ہے تو کدھر ہے | کیون حال سے میرے بیخبر ہے
تو اور مری خبر نہ لے - قوم! | کس نیند مین سو گئی ہے؟ اے قوم!
جو لوگ دکھا چکے ہین ہمت | اُن سے تو نہین ہے کچھ شکایت
افسوس تو اُن پہ ہے کہ اب بھی | ہین گم شدہ رہِ ترقی!

پہلے سے جو دوچار ہین ادبار | اوہامِ غلط مین ہین گرفتار
اب تک بھی جو بر سرِ کجی ہین | گو اپنے ہین پھر بھی اجنبی ہین
سچ یہ ہے کہ جب ضد اَڑی ہو | پھر قوم کی اُن کو کیا پڑی ہو!
گو قوم شکستہ حال ہو جائے | برباد ہو پائمال ہو جائے

افلاس میں ٹھوکریں بھی کھائے — اغیار کے ناز بھی اُٹھائے
پوچھے کوئی بد نہ نیک اُس کو — ٹھکرا کے چلے ہر ایک اُس کو
سہنے ہی پڑیں اُسے شب و روز — اغیار کے طعنہ ہائے دلدوز
یاور نہ کوئی - نہ چارہ گر ہو — ہے خوار - تو اور خوار تر ہو
ہر ایک کے دل پہ بار ہو کر — مٹ جائے ذلیل و خوار ہو کر
یہ سب ہو - پر اُن کی ضد نہ جائے — حق بات کبھی نہ دل میں آئے
گو قوم پہ لاکھ آفتیں آئیں — ممکن ہے کہ یہ ذرا بدل جائیں
جاتے نہیں وہم باطل اُن کے — پتھر سے بنائے ہیں دل اُن کے
اُٹھتے جو کچھ خیال ہوتے — کیوں آج شکستہ حال ہوتے
سیّد سے اگرچہ بفضل اللہ — وہ خادم قوم اگر ہے گمراہ
کچھ آپ ہی انتظام کرتے — اسلام کو نیک نام کرتے
باتیں نہ فقط بنا کے رہتے — جو منہ سے کہا دکھا کے رہتے
اسلام کی دوستی تو یہ تھی — اُلفت کی دلیل بھی تو یہ تھی
یہ وقت جو آپڑا ہے مشکل — ہے پردہ کشا حق و باطل
اب عرصہ گہِ قبول و رد ہے — معیارِ تمیزِ نیک و بد ہے
یاں حال کھلے گا ایں و آں کا — دنگل ہے یہ وفا کے امتحان کا
اے مدعیانِ حبِ اسلام! — حجروں میں تو اب کرو نہ آرام!
دعوے ہیں - تو کچھ ہنر دکھاؤ! — ہمت کے قدم ذرا بڑھاؤ!
دیکھو! رہِ جستجو یہی ہے! — میدان یہی ہے - گو یہی ہے!

اندازِ عرب اگر ہے خو مین — باقی ہے وہ جوش اگر لہو مین
موقع ہے یہی ہنر دکھاؤ — جو کچھ تھے آج کر دکھاؤ
کردو جو گزشتہ کی تلافی — ثابت ہو زمانے پر کہ اب بھی

گو دورِ فلک ہوا دگرگون — پھر بھی تو رگون مین ہے وہی خون
اسلاف کے وہ اثر ہین اب بھی — اس راکھ مین کچھ شرر ہین اب بھی
اس حال مین بھی روش وہی ہے — دن ڈھل بھی گیا تپش وہی ہے
اس جام مین ہے شراب باقی — اب تک ہے گہر مین آب باقی
گو خوار ہین۔ طرز و خو وہی ہے — مرجھا گئے پھول۔ بو وہی ہے

ھٰذا۔ وَلَقَدْ بَلَغْتُ اَقْصَاہُ
فَاسْعَوْا وَتَوَکَّلُوْا عَلَی اللّٰہِ

راقم

سرگذشتِ عہدِ گل را ہم ز شبلی[1] می شنو
عندلیبِ آشفتہ تر گفتست این افسانہ را

---

[1] [illegible] یہ شعر نظیری کا ہے ۱۲ منہ

تماشائے عبرت

یعنی وہ

قومی مُسدّس

جسکو جناب علامہ شبلی نے قومی تھیٹر علیگڈھ مین اپنے پُردرد پُرسوز لہجہ مین پڑھا تھا

آج کی رات یہ کیون جمع ہین احباب بہم　　بھیڑ کیا ہے نظر آتا ہے یہ کیسا عالم
نوجوانانِ ہنرپرور و ارباب ہمم　　جوق کے جوق چلے آتے ہین کیسے پیہم
کچھ سمجھ مین نہین آتا جو یہ سب سمجھے ہین
شاید اس بزم کو یہ بزم طرب سمجھے ہین

ہے گمان اُن کو کہ آیا ہے تھیٹر کوئی　　یا کہ اس سے بھی تماشا ہے یہ بڑھ کر کوئی
اس سبھا مین بھی نظر آئے گا اندر کوئی　　مسخرا بن کے بھی آئے گا مقرر کوئی
نقل وہ ہوگی کہ دیکھی نہ سُنی ہوگی کبھی
سیر وہ آج کرین گے کہ نہ کی ہوگی کبھی

کوئی کہتا ہے تھیٹر تو نہین ہے لیکن　　ساز و نغمہ بھی نہ ہو ساتھ نہین ہے ممکن
راتین کاٹی ہین اسی شوق مین تارے گن گن　　دیکھین کیا سیر دکھائین یہ بزرگانِ مُسن
کچھ نہ کچھ تازہ کرامات تو ہوگی آخر
بڈھے عمر دون مین کوئی بات تو ہوگی آخر

دوستو کیا تمہیں سچ مچ تھا یقین — کیا یہ سمجھے تھے کہ پردہ کوئی ہوگا رنگین
نظر آئے گی جو سوتی ہوئی اک زہرہ جبین — آئے گا پھول سے لینے کو آرام گلچین

قوم کی بزم کو یون کھیل تماشا سمجھے
ہائے گر آپ یہ سمجھے بھی تو بیجا سمجھے

ہائے افسوس کہ ہے قوم تو یون خستہ و زار — مرض الموت میں جس طرح سے کوئی بیمار
نہ مسیحا ہے کوئی پاس نہ سرپر غمخوار — نظر آتے ہوں دم نزع کے سب آثار

وان تو یہ حال کہ مرنے میں بھی کچھ دیر نہیں
آپ کا دل ہے کہ تفریح سے ابھی سیر نہیں

نوحۂ غم ہے یہان نغمۂ عشرت کیسا — ہے یہ عبرت کا سمان جوش مسرت کیسا
ہے جنون خیز یہ ہنگامۂ عبرت کیسا — قوم کا حال ہے غفلت کی بدولت کیسا

ہے عجب سر اگر دیدۂ بینا دیکھے
دیکھنا ہو جسے عبرت کا تماشا دیکھے

ہائے کیا اس میں ہے ہجو کہ گروہ شرفا — صاحب افسر و اورنگ تھے جن کے آبا
قوم کے عقدۂ مشکل کے ہیں جو عقدہ کشا — ایکٹر بن کے وہ اسٹیج پہ ہیں جلوہ نما

قوم کے خواب پریشان کی یہ تعبیرین ہین
ایکٹر یہ نہیں عبرت کی یہ تصویرین ہین

بانیٔ مدرسہ وہ سید والا گوہر — وہ ملیجنگ کمیٹی کے معزز ممبر
شبلیٔ عصر وہ شاعر اعجاز اثر — اور یہ نوبادۂ اقبال کے سب برگ و ثمر

نہ تکلف ہے کچھ انداز نہ کچھ جاہ کی شان

بزم میں آئے ہیں اس حال سے اللہ کی شان

اپنے رتبہ کا نہ کچھ دھیان نہ کچھ وضع کا پاس — دوستوں سے نہ جھجک اور نہ دشمن سے ہراس
گرچہ سب کاتے ہیں حاصل نہیں کچھ بھی جز یاس — ہائے کیا دن ہیں کہ پھر بھی نہیں ٹوٹی آس
عرض مطلب کی ہے تصویر سراپا اُن کا
ہاتھ خود کاسۂ دریوزہ ہے گویا اُن کا

اُن کا ہر لفظ ہے اک مرثیۂ جان فرسا — قوم کی شان دکھا دیتی ہے ایک ایک ادا
دیکھا ہے قوم جو اب تک ہو نہ تو نے دیکھا — اپنے بگڑے ہوئے انداز کا پورا خاکا
گرچہ تدبیر بھی ہم سے نہیں کچھ کی جاتی
ہائے حالت بھی تو تیری نہیں دیکھی جاتی

یوں بھلانے کو تو ہم دل سے بھلاتے ہیں مگر — یاد آجاتے ہیں پھر بھی ترے اگلے جوہر
وہ بھی اک دن تھا کہ جس سمت سے ہوتا تھا گذر — ساتھ چلتے تھے جلو میں ترے اقبال و ظفر
تو کبھی روم میں قیصر کو شکست کر آئی
کبھی یورپ میں نئے فتنے اُٹھا کر آئی

تجھے نقیبوں میں ترے دولت و اقبال و حشم — تیرے حملوں سے دہل جاتا تھا سارا عالم
ایشیا کا جو کیا تو نے مرقع برہم — جا کے یورپ کے وطن پر بھی اُڑایا پرچم
کر دیا دفتر تاتار کو ابتر تو نے
نیزہ گاڑا تھا جگر گاہ تتر پر تو نے

کون تھا جس نے کیا فارس و یونان تاراج — کس کی آمد میں فنا کر دیا جیپال نے راج
کس کو کسریٰ نے دیا تخت زر و افسر و تاج — کس کے دربار میں تاتار سے آتا تھا خراج

تجھپہ اے قوم اثر کرتا ہے افسون جن کا
یہ وہی تھے کہ رگون مین ہے ترے خون جن کا

ہم نے مانا بھی کہ دل سے یہ بھلادین قصّے — یہ سمجھ لین کہ ہم ایسے ہی تھے اب ہین جیسے
یہ بھی منظور رہے ہم کو کہ ہمارے بچے — دیکھنے پائین نہ تاریخ عرب کے صفحے
کبھی بھُولے بھی سلف کو نہ کرین یاد اگر
یادگارون کو زمانے سے مٹا دین کیونکر

مرو و شیراز و صفاہان کے وہ زیبا منظر — بیت حمرا کے وہ ایوان وہ دیوار وہ در
مصر و غرناطہ و بغداد کا اک اک پتھر — اور وہ دہلی مرحوم کے بوسیدہ کھنڈر
اُن کے ذرّون مین چمکتے ہین وہ جوہر ابتک
داستانین اُنھین سب یاد ہین از بر ابتک

اُن سے سُن لے کوئی افسانۂ ایران و حسن — یہ دکھا دیتی ہین آنکھون کو وہی خواب کہن
تیرے ہی نام کا اے قوم یہ گاتے ہین بھجن — تیرے ہی نغمہ پروردہ کے ہین یہ ارگن
پوچھتا ہے جو کوئی اُن سے نشانی تیری
یہ سُنا دیتے ہین سب رام کہانی تیری

ہجرت نبوی صلعم

جب آمادۂ خون ہو گئے کُفارِ قریش — لاجرم سرورِ عالم نے کیا عزم سفر
کوئی نوکر تھا، نہ خادم، نہ برادر نہ عزیز — گھر سے نکلے بھی تو اس شان سے نکلے سرور
اِک فقط حضرت بوبکر تھے ہمراہ رکاب — اُنکی اخلاص شعاری تھی جو منظور نظر

رات بھر چلتے تھے دن کو کہیں چھپ رہتے تھے | کہ کہیں دیکھ نہ پائے کوئی آمادۂ شر
چونکہ سو اونٹ کا انعام تھا قاتل کیلئے | آپ کے قتل کو نکلے تھے بہت طالبِ زر
انہی لوگوں میں سراقہ خلفِ جعشم تھے | جنکو فاروقؓ نے کسریٰ کے پنھائے تھے گہر
تین دن رات رہے ثور کے غار میں نہاں | تھا جہاں عقرب و افعی کی حکومت کا اثر
بیم جاں خوفِ عدو ترکِ غذا سختیِ راہ | ان مصائب میں ہوئی اب شبِ ہجرت سے سحر
یاں مدینے میں ہوا غل کہ رسولؐ آتے ہیں | راہ میں آنکھ بچھانے لگے اربابِ نظر
لڑکیاں گانے لگیں ذوق میں آ کر اشعار | نغمہ ہائے طلع البدر سے گونج اٹھے گھر
ماں کی آغوش میں بچے بھی مچل جانے لگے | نازنینانِ حرم بھی نکل آئیں باہر
آلِ نجار چلے شہر سے ہو کر تیار | زرہ و جوشن و چار آئینہ و تیغ و سپر
دفعتاً کوکبۂ شاہِ رسل آ پہونچا | غل ہوا صل علیٰ خیر انام و بشر
جلوۂ طلعتِ اقدس جو ہوا عکس فگن | دفعتاً تار شعاعی تھا ہر اک تارِ بصر
طور پر حضرتِ موسیٰ کی صدا آتی تھی | آج اک ویسی جھلک سی مجھے آتی ہے نظر
سبکو تھی فکر کہ دیکھیں یہ شرف کس کو ملے | میہماں ہوتے ہیں کس اوج نشیں کے سر در
سینے کہتے تھے کہ خلوت گہِ دل حاضر ہے | آنکھیں کہتی تھیں کہ وا اور بھی تیار ہیں گھر
ہاں مبارک کرے ای خاک حریم نبوی | آج سے تو بھی ہوئی خاکِ حرم کی ہمسر!

صلِ یا ربِّ علیٰ خیر نبی و رسول
صلِ یا ربِّ علیٰ افضل جن و بشر

تعمیر مسجد نبوی صلعم

ہجرت کے بعد آپ نے پہلا کیا جو کام ۔ تعمیر سجدہ گاہِ خدائے انام تھا
اک قطعۂ زمین کہ تھا اس کام کے لیے ۔ واقع یہین ہر لحاظ سے موزون مقام تھا
وہ قطعۂ زمین تھا یتیمون کی ملکِ خاص ۔ ہرچند قبر گاہ و گزرگاہِ عام تھا
چاہا حضور نے کہ بہ قیمت خرید لین ۔ اُن کے مربّیون سے کہا جو پیام تھا

ایتام نے حضور مین آ کر یہ عرض کی ۔ یہ چیز ہی ہے کیا کہ جو یہ اہتمام تھا
یہ ہدیۂ حقیر پذیرا کرین حضور! ۔ اللہ اس زمین کا یہ احترام تھا

لیکن حضور نے نہ گوارا کیا اسے ۔ منت کشی سے آپ کو پرہیز تام تھا
احسان اور وہ بھی یتیمانِ زار کا ۔ بالکل خلاف طبع رسولِ انام تھا
بارہ ہزار سکۂ رائج عطا کئے ۔ یہ تھا وہ خُلق جس سے مخالف بھی رام تھا
سامان جو ضرور ہین تعمیر کے لیے ۔ اب اُن کی فکر شغلِ صبح و شام تھا
مزدور کی تلاش بھی تھی سنگ و گل کی بھی ۔ ازبسکہ جلد بننے کا خاص اہتمام تھا
انصارِ پاک اور مہاجر تھے جس قدر ۔ مزدور بن گئے کہ خدا کا یہ کام تھا

اک اور نفسِ پاک بھی ان سب کا تھا شریک ۔ جو آب و گل کے شغل مین بھی شاد کام تھا
کندھون پہ اپنے لاد کے لاتا تھا سنگ و خشت ۔ سینہ غبارِ خاک سے سب گرد فام تھا

تجھے کچھ آپ کون تھا - انکا شریک حال ‌ ‌ ‌ یہ خود وجودِ پاکِ رسولِ انامؐ تھا
جو وجہِ آفرینشِ افلاک و عرش ہے ‌ ‌ ‌ جس کا کہ جبرئیلؑ بھی ادنیٰ غلام تھا

صلے علی النبی واصحابہؓ الکرام
اِس نظمِ مختصر کا یہ مسک الختام تھا

ایک خاتون کی آزادانہ گستاخی اور رسول اللہ صلعم کا حلم اور عفو

ہند تھی پردہ نشینِ حرمِ بوسفیان ‌ ‌ ‌ لقبِ ہند جگر خوار سے جو ہے مشہور
بارگاہِ نبوی میں وہ ہوئی جب حاضر ‌ ‌ ‌ اِس ارادے سے کہ ہو داخلِ اربابِ حضور
عرض کی خدمتِ اقدس میں کہ اے ختمِ رسل ‌ ‌ ‌ دینِ اسلام ہے مجھکو بہ دل و جان منظور
آپ ہم پردہ نشینوں سے جو بیعت لیں گے ‌ ‌ ‌ کون سے کام ہیں جنکا کہ برتنا ہے ضرور
آپ نے لُطف و عنایت سے یہ ارشاد کیا ‌ ‌ ‌ پہلی یہ بات کہ ہو شائبۂ شرک سے دور
دوسری یہ کہ نبوت کا ہے لازم اقرار ‌ ‌ ‌ بولی ان باتوں سے انکار نہیں مجھکو حضور
پھر یہ ارشاد ہوا منع ہے اولاد کا قتل ‌ ‌ ‌ اِس شقاوت سے ہر اک شخص کو بچنا ہے ضرور
عرض کی اُس نے کہ اے شمع شبستانِ رسل ‌ ‌ ‌ یہ وہ موقع ہے کہ عاجز ہے بیان فہم و شعور
میں نے اولاد کو پالا تھا بڑی محنت سے ‌ ‌ ‌ میں اُنھیں آنکھ میں رکھتی تھی کہ تھے آنکھ کا نور
بدر میں قتل اُنھیں حضرتِ والا نے کیا ‌ ‌ ‌ ہم سے کیا عہد اب اِس بات کا لیتے ہیں حضور
اگرچہ یہ سوءِ ادب تھا غلطی پر مبنی ‌ ‌ ‌ گرچہ یہ بات تھی خود شیوۂ انصاف سے دور
اُسکی اولاد نے خود جنگ میں کی تھی سبقت ‌ ‌ ‌ لڑ کے مارا کوئی جائے تو یہ کس کا ہے قصور

لیکن آزادیٔ افکار تھی ازبسکہ پسند
آپ نے فرطِ کرم سے اُسے رکھا معذور

اہل بیت رسول صلعم کی زندگی

(علامہ شبلی مرحوم کی آخری نظم)

افلاس سے تھا سیدۂ پاک کا یہ حال
گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا

گھس گھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں
چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا

سینہ پہ مشک بھر کے جو لاتی تھیں بار بار
گو نور سے بھرا تھا مگر نیل فام تھا

اٹ جاتا تھا لباسِ مبارک غبار سے
جھاڑو کا مشغلہ بھی جو ہر صبح و شام تھا

آخر گئیں جناب رسول خدا کے پاس
یہ بھی کچھ اتفاق کہ واں اذنِ عام تھا

محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرض
واپس گئیں کہ پاس حیا کا مقام تھا

پھر جب گئیں دوبارہ تو پوچھا حضور نے
کل کس لیے تم آئی تھیں کیا خاص کام تھا

غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکیں
حیدر نے اُن کے منہ سے کہا جو پیام تھا

ارشاد یہ ہوا کہ غریبانِ بے وطن
جن کا کہ صفۂ نبوی میں قیام تھا

میں اُن کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز
ہر چند اس میں خاص مجھے اہتمام تھا

جو جو مصیبتیں کہ اب اُن پر گزرتی ہیں
میں اُن کا ذمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا

کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم ہے اُن کا حق
جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا

خاموش ہو کے سیدۂ پاک رہ گئیں
جرأت نہ کر سکیں کہ ادب کا مقام تھا

یوں کی ہے اہلِ بیتِ مطہر نے زندگی

یہ ماجرائے دختِ خیر الانام تھا

ایثار کی اعلیٰ ترین نظیر

کافرون نے یہ کیا جنگِ اُحد مین مشہور — کہ پیمبرؐ بھی ہوئے کشتۂ شمشیرِ دودم
ہو کے مشہور مدینہ مین جو پہونچی یہ خبر — ہر گلی کوچہ تھا ماتم کدۂ حسرت و غم
ہو کے بیتاب گھرون سے نکل آئے باہر — کودک و پیر و جوان و خدم و خیل و حشم
وہ بھی نکلین کہ جو تھین پردہ نشینانِ عفاف — جنمین تھین سیدۂ پاک بھی با دیدۂ نم
ایک خاتون کہ انصارِ نکونام سے تھین — سخت مضطر تھین نہ تھے ہوش و حواس اُنکے بہم
موقعِ جنگ پہ پہونچین تو یہ لوگون نے کہا — کیا کہین تجھ سے کہ کہتے ہوئے شرماتے ہین ہم
تیرے بھائی نے لڑائی مین شہادت پائی — تیرے والد بھی ہوئے کشتۂ شمشیرِ ستم
سب سے بڑھکر یہ کہ شوہر بھی ہوا تیرا شہید — گھر کا گھر صاف ہوا، ٹوٹ پڑا کوہِ الم

اُس عفیفہ نے یہ سب سُن کے کہا تو یہ کہا — یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہین شہنشاہِ امم!
سب نے دی اُسکو بشارت کہ سلامت ہین حضور — گرچہ زخمی ہین سر و سینہ و پہلو و شکم
بڑھ کے اُس نے رخِ اقدس کو جو دیکھا تو کہا — تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہے سب رنج و الم
مین بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہِ دین ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہین ہم

مساواتِ اسلام

بدر مین معرکہ آرا جو ہوا لشکرِ کفر — عتبہ ابن ربیعہ تھا امیر العسکر
سب سے پہلے وہی میدان مین بڑھا تیغ بکف — ساتھ اک بھائی تھا اور بھائی کے پہلو مین پسر
اس طرح اُس نے مبارز طلبی کی پہلے — مرد میدان کوئی تم مین ہو تو نکلے باہر
سُن کے یہ لشکرِ اسلام سے نکلے پیہم — تین جانباز کہ ایک ایک تھا اسکا ہمسر
سامنے آئے جو یہ لوگ تو عتبہ نے کہا — کس قبیلہ سے ہو کیا ہی نسب جد و پدر
بولے ہم وہ ہین کہ ہی نام ہمارا انصار — ہم ہین شیدائی اسلام ہی ہر فردِ بشر
جان نثارانِ رسولِ عربیؐ ہین ہم لوگ — اک اشارہ ہو تو ہم کاٹ کے رکھدیتے ہین سر
بولا عتبہ کہ بجا کہتے ہو جو کہتے ہو — مگر افسوس کہ مغرور رہے اولادِ مضر
تم سے لڑنا تو ہمارے لئے ہی مایۂ عار — کہ نہین تیغ قریشی کے سزاوار یہ سر

—— (۰:۰) ——

کہہ کے یہ اُسنے کیا سرورِ عالم سے خطاب — ای محمدؐ یہ نہین شیوۂ اربابِ ہنر
جنگ نا جنس سے معذور ہین ہم آلِ قریش — بھیج اُنکو جو ہون رتبہ مین ہمارے ہمسر
آپ کے حکم سے انصار پھر آئے صف مین — حمزہؓ و حیدرِ کرار نے لی تیغ و سپر
اُن سے عتبہ نے جو پوچھا نسب و نام و نشان — بولے یہ لوگ کہ ہاشم کے ہین ہم لختِ جگر
بولا عتبہ کہ نہین جنگ سے اب ہم کو گریز — آؤ اب تیغ قریشی کے دکھائین جوہر
یا یہ حالت تھی کہ تلوار بھی تھی طالبِ کفو — یا مساوات کا اسلام کے پھیلا یہ اثر

—— (۰:۰) ——

بارگاہ نبوی کے جو موذن تھے (بلال رض) — کر چکے تھے جو غلامی مین کئی سال بسر
جب یہ چاہا کہ کرین عقد مدینہ مین کہین — جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر
مین غلام حبشی اور حبشی زادہ بھی ہون — یہ بھی سن لو کہ مرے پاس نہین دولت زر
ان فضائل پہ مجھے خواہش تزویج بھی ہے — ہر کوئی جسکو نہ ہو میری قرابت سے حذر
گردنین جھک کے یہ کہتی تھین کہ دل سے منظور — جسطرف اُس حبشی زادہ کی اُٹھتی تھی نظر!!

عہد فاروق رض مین جب دنیا ہوئی اُنکی وفات — یہ کہا حضرت فاروق رض نے با دیدۂ تر!!
اُٹھ گیا آج زمانے سے ہمارا آقا — اُٹھ گیا آج نقیب حشم پیغمبر!

خلافتِ فاروقی کا ایک واقعہ

عام الرمادہ کہتے ہین جسکو عرب مین لوگ — عہد خلافت عمر رض کا وہ سال تھا!
اس سال قحط عام تھا ایسا کہ ملک مین — لوگون کو بھوک پیاس سے جینا محال تھا
پانی کی ایک بوند نہ ٹپکی تھی ابر سے — ہر خاص و عام سخت پراگندہ حال تھا
اعراب کی بسر حشرات زمین پہ تھی — سب اُٹھ گیا جو فرق حرام و حلال تھا
تشویش سب سے بڑھ کے جناب عمر رض کو تھی — ہر دم اسی کی فکر اسی کا خیال تھا
تدبیر لاکھ کی تھی مگر رک سکا نہ قحط — گو انتظام ملک مین اُن کو کمال تھا!!
معمول تھا جناب عمر رض کا کہ متصل — کرتے تھے گشت رات کو سونا محال تھا
اک دن کا واقعہ ہے کہ پہونچے جو دشت مین — کوسون تلک زمین پہ خیمون کا جال تھا
بچے کئی تھے ایک ضعیفہ کی گود مین — جنمین کوئی بڑا تھا کوئی خردسال تھا

دیکھا جو اُس کو یہ کہ پکاتی ہے کوئی چیز — جاتا رہا جو طبعِ حزیں میں ملال تھا!
سمجھے کہ اب وہ ملک کی حالت نہیں رہی — کم ہو چلا ہے قحط کا جو اشتعال تھا
پوچھا خود اُس سے جا کے تو رونے لگی کہ آہ — کیا آپ کو غذا کا بھی یاں احتمال تھا
بچے یہ تین دن سے تڑپتے ہیں خاک پر — میں کیا کہوں زباں سے انکا جو حال تھا
مجبور ہو کے ان کے بہلنے کے واسطے — پانی چڑھا دیا ہے یہ اُسکا اُبال تھا
اُن سے یہ کہہ دیا ہے کہ اب مطمئن رہو — کھانا یہ پک رہا ہے اسی کا خیال تھا"
بے اختیار رونے لگے حضرتِ عمرؓ — بولے کہ "یہ مرے ہی کیے کا وبال تھا
جو کچھ کہ ہے یہ سب ہے مری شامتِ عمل — از بس گناہگار مرا بال بال تھا!"
بازار جا کے لائے سب اسباب آب و نان — جو زخمِ قحط کا سببِ اندمال تھا
چولھے کے پاس بیٹھ کے خود پھونکتے تھے آگ — چہرہ تمام آگ کی گرمی سے لال تھا!
بچوں نے پیٹ بھر کے جو کھایا تو کھل اُٹھے — ایک ایک لب تو فرطِ خوشی سے نہال تھا
تھی وہ زنِ ضعیف سراپا زبانِ شکر — یاں حضرتِ عمرؓ کو وہی انفعال تھا

عہدِ عمرؓ کو یہ جو ملا تجھ سے چھین کر
جو کچھ گزر رہا ہے یہ اُس کا وبال تھا

عدلِ فاروقی کا ایک نمونہ

ایک دن حضرتِ فاروق نے منبر پہ کہا — میں تمھیں حکم جو کچھ دوں تو کرو گے منظور
ایک نے اُٹھ کے کہا یہ کہ نہ مانیں گے کبھی — کہ ترے عدل میں ہم کو نظر آتا ہے فتور
چادریں مالِ غنیمت میں جو اب کی آئیں — صحنِ مسجد میں وہ تقسیم ہوئیں سب کے حضور

اُن مین ہر ایک کے حصہ مین فقط ایک آئی — تھا تمھارا بھی وہی حق کہ یہی ہے دستور
اب جو یہ جسم پہ تیرے نظر آتا ہے لباس — یہ اُسی لوٹ کی چادر سے بنا ہوگا ضرور
مختصر تھی وہ ردا اور ترا ہے قد دراز — ایک چادر مین ترا جسم نہ ہوگا مستور
اپنے حصہ سے زیادہ جو لیا تو نے تو اب — تو خلافت کے نہ قابل ہے نہ ہم ہین مامور"

گرچہ وہ حدِ مناسب سے بڑھا جاتا تھا — سب کے سب مُہر بہ لب تھے چہ اناث و چہ ذکور
روک دے کوئی کسی کو یہ نہ رکھتا تھا مجال — نشۂ عدل و مساوات سے تھے سب مخمور

اپنے فرزند سے فاروق معظم رض نے کہا — "تم کو ہے حالتِ اصلی کی حقیقت پہ عبور
تمھین دیکھتے ہو اسکا مری جانب سے جواب — کہ نہ پکڑے مجھے محشر مین مرا ربِ غفور"

بولے یہ ابن عمر رض سب سے مخاطب ہوکر — "اسمین کچھ والد ماجد کا نہین جرم و قصور
ایک چادر مین جو پورا نہوا اُنکا لباس — کر سکی اِس کو گوارا نہ مری طبع غیور
اپنے حصہ کی بھی مین نے اُنھین چادر دیدی — واقعہ کی یہ حقیقت ہے کہ جو تھی مستور"

نکتہ چین نے یہ کہا اُٹھ کے کہ "ہان اے فاروق
حکم دے ہم کو، کہ اب ہم اُسے مانین گے ضرور"

اظہار و قبول حق

وارثِ عدل پیمبر عمر ابن الخطاب — ہیچ تھی جنکے لیے منزلتِ تاج و سریر

مجمع عام مین لوگون سے اُنھون نے یہ کہا — مہر باندھو نہ زیادہ کہ ہے یہ بھی تبذیر
جسقدر تم کو ہو مقدور وہین تک باندھو — حکم یہ عام ہے سب کو امرا ہون کہ فقیر"
ایک بڑھیا نے وہین ٹوک کے فوراً یہ کہا — تجھ کو کیا حق ہے جو تو کرتا ہے ایسی تقریر
صاف قرآن مین قنطار کا لفظ آیا ہے — تجھ کو کیا حق ہے کہ اس لفظ کی کر دے تغیر؟
لاکھ تک بھی ہو تو کہہ سکتے ہین اُس کو قنطار — تھا یہ اک زن کہ اس وزن کی یہ ہے تعبیر"

سرنگون ہو کے کہا حضرت فاروقؓ نے "آہ!
مین نہ تھا اس سے جو واقف تو یہ میری تقصیر!"

جرأت صداقت

مدتون حضرتِ (عباس) بھی تھے شامل کفر — کم سے کم یہ کہ رسالت پہ نہ تھا اُن کو یقین
(بدر) مین آ کے لڑے اور گرفتار ہوئے — بسکہ تقدیر مین تھی خانۂ زندان کی زمین
قیدیون کے لیے جو گھر کہ ہوا تھا تیار — اتفاقات سے تھا خانۂ مسجد کے قرین
رات کو حضرت عباسؓ کراہے اکثر — قید کرتے ہوئے لوگون نے جو مشکین تھین کسین
دیر تک سرورِ عالم کو رہی بے خوابی — کروٹین لیتے تھے اور نیند نہ آتی تھی قرین
وجہ پوچھی جو صحابہ نے، تو یہ فرمایا — آتی ہے کان مین عباسؓ کی آوازِ حزین
جب سُنا یہ تو وہین کھول دیے ہاتھ اُن کے — چین سے حضرتِ عباس نے راتین کاٹین
تھا اِنھی حضرت عباسؓ کا پوتا (منصور) — جو کہ ایوان خلافت مین ہوا تخت نشین
ایک دن حکم دیا اُس نے کہ اولاد رسولؐ — ایک جا جمع کیے جائین جو ملجائین کہین
پھر دیا حکم کہ ان سب کو پنہا کر زنجیر — کہہ دو ان سے کہ بنین خانۂ زندان کے مکین

ایک دن سیر کو اس شان سے نکلا منصور | پا بہ زنجیر تھے سادات یسار اور یمین
ساتھ ساتھ آتے تھے پیدل جگر و جان رسولؐ | اور منصور تھا زیب حرم خانۂ زین

ایک نے مجمع سادات سے بڑھکر یہ کہا | گرچہ اس لطف کے مشکور ہیں ہم خاک نشین
غزوۂ بدر میں لیکن جو کیا ہم نے سلوک
وہ تو کچھ اور تھا ہے یاد بھی تم کو کہ نہیں

نظام حکومت اسلام

جب ولی عہد ہوا تخت حکومت کا یزید | عامل یثرب و بطحا کو یہ پہونچے احکام
کہ ولی عہد کا بھی اب سے پڑھے نام ضرور | خطبہ پڑھتا ہے حریم نبوی میں جو امام
وقت آیا تو چڑھا پایۂ منبر پہ خطیب | اور کہا یہ کہ یزید اب ہے امیر اسلام
یہ نئی بات نہیں ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ | جانشین کر گئے جب موت کا پہونچا پیغام
اٹھ کے فرزند ابوبکرؓ نے فوراً یہ کہا | سر بسر کذب ہے یہ اے خلف نسل لئام
جھوٹ ہے یہ کہ ہے سنت بوبکرؓ و عمرؓ | ہاں مگر قیصر و کسریٰ کی ہے یہ سنت عام
اپنے بیٹے کو بنایا تھا خلیفہ کس نے | ایسی بدعت کا نہیں مذہب اسلام میں نام
یہ طریقہ متوارث ہے تو کفار میں ہے | ورنہ اسلام ہے اک مجلس شوریٰ کا نظام
شان اسلام ہے شخصیت ذاتی سے بعید | شرع میں سلطنت خاص ہے ممنوع و حرام
اس سے بھی قطع نظر نسل عرب ہیں ہم لوگ
وہ کوئی اور ہیں ہوتے ہیں جو شاہوں کے غلام

ہمارا طرزِ حکومت

کبھی ہم نے بھی کی تھی حکمرانی ان ممالک پر — مگر وہ حکمرانی جسکا سکہ جان و دل پر تھا

:(۰٫۰):

قرابت راجگانِ ہند سے اکبر نے جب چاہی — کہ یہ رشتہ عروسِ کشور آرائی کا زیور تھا
تو خود فرمانروایانِ جے پور نے نسبت کی خواہش کی — اگرچہ آپ بھی وہ صاحبِ دیہیم و افسر تھا
ولی عہدِ حکومت اور خود شاہنشہِ اکبر — گئے آمیر تک جو تختگاہِ ملکِ کچھوا تھا
اُدھر راجہ کی نورِ دیدہ گھر میں جلوہ آرا تھی — اِدھر شہر آگرہ پر جشنِ عروسی سایہ گستر تھا
دلہن گھر سے منزل گاہ تک اس شان سے لائے — کہ کوسوں تک زمین پر فرشِ دیبائے مشجر تھا
دلہن کی پالکی خود اپنے کندھوں پر جو لائے تھے — وہ شاہنشاہِ اکبر اور جہانگیر ابنِ اکبر تھا

:۰٫۰:

یہی ہین وہ شمیم انگیزیان عطرِ محبت کی — کہ جس سے بوستانِ ہند برسون تک معطر تھا
تمھین لے دے کے ساری داستان مین یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا

عدلِ جہانگیری

قصرِ شاہی مین کہ ممکن نہین غیرونکا گذر — ایک دن نورجہان بام پہ تھی جلوہ فگن
کوئی شامت زدہ رہگیر اُدھر آنکلا — گرچہ تھی قصر مین ہر چار طرف سے قدغن
غیرتِ حسن سے بیگم نے طپنچہ مارا — خاک پر ڈھیر تھا اک کشتۂ بے گور و کفن

ساتھ ہی شاہِ جہانگیر کو پہونچی جو خبر — غیظ سے آگئی ابروئے عدالت پہ شکن
حکم بھیجا کہ کنیزانِ شبستانِ شہی — جا کے پوچھ آئیں کہ سچ یا کہ غلط ہے یہ سخن

نخوتِ حسن سے بیگم نے بصد ناز کہا — میری جانب سے کرو عرض بہ آئینِ [illegible]
ہاں مجھے واقعۂ قتل سے انکار نہیں — مجھ سے ناموسِ حیا نے یہ کہا تھا کہ "بزن"
اُس کی گستاخ نگاہی نے کیا اُسکو ہلاک — کشورِ حسن میں جاری ہے یہی شرعِ کہن

مفتیِ دین سے جہانگیر نے فتویٰ پوچھا — کہ شریعت میں کسی کو نہیں [illegible]
مفتیِ دین نے بےخوف و خطر صاف کہا — شرع کہتی ہے کہ قاتل کی اُڑا دو گردن
لوگ دربار میں اِس حکم سے تھرا اُٹھے — پر جہانگیر کے ابرو پہ نہ بل تھا نہ شکن
ترکنوں کو یہ دیا حکم کہ اندر جا کر — پہلے بیگم کو کریں بستۂ زنجیر و رسن
پھر اُسی طرح اُسے کھینچ کے باہر لائیں — اور جلاد کو دیں حکم کہ "ہاں تیغ بزن"
یہ وہی نورجہاں ہے کہ حقیقت میں یہی — تھی جہانگیر کے پردہ میں شہنشاہِ زمن
اُس کی پیشانیِ نازک پہ جو پڑتی تھی گرہ — جا کے بنجاتی تھی اوراقِ حکومت پہ شکن
اب نہ وہ نورجہاں ہے نہ وہ اندازِ غرور — نہ وہ غمزے ہیں نہ وہ عربدۂ صبر شکن!
اب وہی پاؤں ہر اک گام پہ تھراتے ہیں — جنکی رفتار سے پامال تھے مرغانِ چمن
ایک مجرم ہے کہ جسکا کوئی حامی نہ شفیع — ایک بیکس ہے کہ جسکا نہ کوئی گھر نہ وطن!

خدمتِ شاہ میں بیگم نے یہ بھیجا پیغام — خونِ بہا بھی تو شریعت میں ہے اک امرِ حسن

مفتیِ شرع سے پھر شاہ نے فتویٰ پوچھا
بولے جائز ہی رضامند ہون گر بچۂ وزن

وارثون کو جو دیے لاکھ درم بیگم نے
سب نے دربار مین کی عرض کہ ای شاہ زمن!

ہم کو مقتول کا لینا نہین منظور قصاص
قتل کا حکم جو رُک جائے تو ہی مستحسن"

ہو چکا جب کہ شہنشاہ کو پورا یہ یقین
کہ نہین اس مین کوئی شائبۂ حیلہ و فن

اُٹھ کے دربار سے آہستہ چلا سوے حرم
تھی جہان نور جہان معتکفِ بیت حزن

دفعتًا پانون پہ بیگم کے گرا اور یہ کہا

تو اگر کشتہ شدی، آہ چہ می کردم من؟

اسلام کے تنزُّل کا اصلی سبب

لوگ کہتے ہین کہ یہ بات ہی ابلہ صحیح
کہ زمانہ مین کہین عزتِ اسلام نہین

آپ جائینگے جہان قوم کو پائینگے ذلیل
اسمین تخصیص عراق و عرب و شام نہین

یہ بھی ظاہر ہی کہ ہین مختلف الحال یہ لوگ
کوئی چیز ان مین جو ہو مشترکِ عام نہین

ایشیائی ہی اگر یہ تو وہ ہے افریقی
اور کوئی رابطۂ نامہ و پیغام نہین

لالہ رُخ یہ ہی تو زنگی و سیہ فام ہی وہ
یہ سمن بر ہی وہ موزون و خوش اندام نہین

اس نے گہوارۂ راحت مین بسر کی ہی عمر
وہ کبھی خوگرِ آسایش و آرام نہین

وہ ازل سے ہی کمند افگن و شمشیر نواز
اِس کو جز عیش کسی چیز سے کچھ کام نہین

[illegible] بھی [illegible] نہین ہوتی اُس کو
اِسکو گر نان جوین بھی ہو تو آرام نہین

[illegible] علم
وہ ابھی ابجدِ تعلیم سے بھی رام نہین

اسقدر فرق و تفاوت پہ بھی عالم یہ بات
قوم کا دفتر عزت مین کہین نام نہین

پس اگر غور سے دیکھو تو بجز مذہب و دین
ہم مسلمانون مین کوئی صفت عام نہین

ان اصولون کی بنا پر یہ نتیجہ ہو صریح
سبب پستی اسلام جز اسلام نہین

ان مسائل مین ہی کچھ ژرف نگاہی درکار
یہ حقائق ہین تماشاے لب بام نہین

غور کرنے کیلئے فکر و تعمق ہے ضرور
منزل خاص ہو یہ رہگذر عام نہین

بحث یا فیہ مین پہلی غلطی یہ ہو کہ آپ
جس کو اسلام سمجھتے ہین وہ اسلام نہین

آپ کھانے کھلادیتے ہین پہلے مسموم
پھر یہ کہتے ہین غذا موجب سقام نہین

اعتقادات مین ہو سب سے مقدم توحید
آپ اس وصف کو ڈھونڈھین تو کہین عام نہین

ہون جو شائبہ شرک سے خالی اسوقت
کون ہو جسپہ فریب ہوس خام نہین

آستانون کی زیارت کیلئے شد رحال
اسمین کیا شان پرستاری اصنام نہین

کیجیے مسئلہ شرک نبوت پہ جو غور
کفر مین بھی یہ جہانگیری اوہام نہین

اب عمل پر جو نظر کیجیے آئے گا نظر
کہ کسی ملک مین پابندی احکام نہین

اغنیا کی ہو یہ حالت کہ نہین ہو وہ رئیس
جسکے چہرے پہ فروغ مے گلفام نہین

نص قرآن سے مسلمان ہین بھائی بھائی
اس اخوت مین خصوصیت اعمام نہین

یان یہ حالت ہو کہ بھائی کا ہو بھائی دشمن
کون سا گھر ہو جہان یہ روش عام نہین

نہ کہین صدق و دیانت ہو نہ پابندی عہد
دل ہین ناصاف زبانون مین جو دشنام نہین

آیت فاعتبروا پڑھتے ہین ہر روز مگر
علما کو خبر گردش ایام نہین

الغرض عام ہو وہ چیز جو بے دینی ہو
صاف یہ بات ہو دھوکا نہین ابہام نہین

ان حقائق کی بنا پر سبب پستی قوم

ترک پابندیٔ اسلام ہے اسلام نہین

خطاب بحضورِ وایسرائے

ای ہمایون گہر افسر و اورنگِ شہی
وہ کیا تو نے جو آئینِ جہان بانی ہے

تو نے ظاہر مین رعایا سے جو کھائی ہے شکست
یہ حقیقت مین ظفرمندیٔ سلطانی ہے

تو نے سمجھا کہ رعایا کا وہ انبوہ وہ جوش
گرچہ جائز نہ سہی جذبۂ انسانی ہے

تیرے لطف و کرمِ عام نے دیدی یہ ندا
کوئی مجرم ہے نہ قیدی ہے نہ زندانی ہے

تو نے اک آن مین گرتا ہوا گھر تھام لیا
بازوؤن مین یہ ترے زورِ جہان بانی ہے

بات رکھ لی تری تقریر نے حکام کی بھی
گرچہ لازم انھین اظہارِ پشیمانی ہے

تیرے دربار مین پہونچین گے جو اوراقِ سپاس
اُن مین یہ پیش کشِ شبلی نعمانی ہے

گرچہ مدحِ اُمرا مین نے نہین کی ہے کبھی
شکرِ احسان مگر اک فطرتِ انسانی ہے

شغلِ تکفیر

اک مولوی صاحب سے کہا مین نے کہ کیا آپ
کچھ حالتِ یورپ سے خبردار نہین ہین

آمادۂ اسلام ہین لندن مین ہزارون
ہرچند ابھی مائلِ اظہار نہین ہین

تقلید کے پھندون سے ہوئے جاتے ہین آزاد
وہ لوگ بھی جو داخلِ احرار نہین ہین

جو نام سے اسلام کے ہو جاتے تھے برہم
ان مین بھی تعصب کے وہ آثار نہین ہین

افسوس مگر یہ ہے کہ واعظ نہین پیدا
یا ہین تو بقول آپ کے دیندار نہین ہین

کیا آپکے زمرہ مین کسی کو نہین ہے درد　　کیا آپ بھی اِس کے لیے تیار نہین ہین
جھلا کے کہا یہ کہ ، یہ کیا سوءِ ادب ہی　　کہتے ہو وہ باتین جو سزاوار نہین ہین

کرتے ہین شب و روز مسلمانون کی تکفیر
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بیکار نہین ہین

مذہب یا سیاست

تم کسی قوم کی تاریخ اُٹھا کر دیکھو　　وہی باتین ہین کہ جن پر ہے ترقی کا مدار
یا کوئی جذبۂ دینی تھا کہ جس نے دم مین　　کر دیا ذرۂ افسردہ کو ہمرنگِ شرار
ہے یہ وہ قوتِ پُر زور کہ جس کی تکرار　　سنگِ خارا کو بنا دیتی ہی اک مشتِ غبار
اسکی زد کھا کے لرز جاتی ہی بنیادِ زمین　　اُس سے ٹکرا کے بکھر جاتے ہین اوراقِ دیار
یہ اُسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے بچے　　کھیلنے جاتے تھے ایوانگہِ کسریٰ مین شکار
وہ اُلٹ دیتے تھے دنیا کا مرقع دم مین　　جنکے ہاتھون مین رہا کرتی تھی اونٹونکی مہار
اُس کی برکت تھی کہ صحرائے حجازی کی سموم　　بن گئی دہر مین جا کر چمن آرائے بہار
یہ اُسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے رہزن　　فاش کرنے لگے جبریلِ امین کے اسرار
یا کوئی جاذبۂ ملک و وطن تھا جس نے　　کر دیئے دم مین قواے عملی سب بیدار
ہے اسی مے سے یہ سرمستیِ احرارِ وطن　　ہی اسی نشہ سے یہ گرمیِ ہنگامۂ کار
آپ دونون سے کیے دیتے ہین ہمکو محروم　　نہ سیاست ہی نہ ناموسِ شریعت کا وقار
نہ تو ن بحثِ سیاست کی اجازت ہی نہ تھی　　کہ وفاداریِ مسلم کا تھا یہ خاص شعار
اب اجازت ہی مگر دائرۂ بحث ہے یہ　　کہ گورنمنٹ سے اس بات کے ہون عرض گزار
ہم کو پامال کیے دیتے ہین ابنائے وطن　　ڈر ہی پس جائے نہ یہ فرقۂ اخلاص شعار

یہ بھی اک گوشہ کیفیت ہے شعلہ جان کو ضرور — کہ مناصب میں ہے کم حلقہ بگوشوں کا شمار
اب رہا جذبہ جوشش تو وہ اس طرح مٹا — کہ ہمیں آپ ہی آتا ہے اب اس امر سے عار
وضع دین طرز عمل اخلاق میں اشتر کہیں — نظر آتے ہیں کچھ حرمت دین کے آثار
بحث یہ ہے کہ وہ اس طرز سے بھی ممکن تھا — کہ نہ گھٹتا کبھی قانون شریعت کا وقار
ہنستے ہنستے بھی تو اغیار کے سیکھے گئے نام — ہم نے پایا بھی تو اس نشہ کا دیکھا ہے خمار
نام لیتے تھے ارسطو کا ادب سے ہر چند — تھے فلاطون کی باتوں سے بھی گو شکر گزار
جانتے تھے مگر اس بات کو بھی اہل نظر — کہ جو یونان کو نہیں انجمن خاص میں بار
یعنی یہ بادہ عرفان نہیں ذوق شناس — بزم اسرار سے یہ لوگ نہیں بادہ گسار
آج ہر بات میں ہر شان تفرنج پیدا — آج ہر رنگ سے یورپ کا نمایاں ہے شعار

دین شریعت کے مسائل بھی رہے ہیں کب تک
کہ جہاں تک انھیں معقول سمجھیں اغیار

جنگ زرگری

معائنہ ندوۃ العلما

کیا لطف ہے کہ حامی ندوہ ہیں اب وہ لوگ — جنکو کہ اسکے کام سے بھی اجتناب تھا
وہ لوگ جنکی رائے میں یہ ندوۂ غریب — ایک بیہودہ خیال تھا یا ایک خواب تھا
وہ لوگ جن کی رائے میں تعلیم کا یہ طرز — اعلان جنگ سید عالی جناب تھا
وہ لوگ جن کی رائے میں یہ ندوہ حقیر — تعلیم مغربی کے لیے سد باب تھا
وہ لوگ جن کی رائے میں ندوہ کا یہ طلسم — سر تا قدم فریب دہ شیخ و شاب تھا
ندوہ کا نام سُنکے جو کھاتے تھے پیچ و تاب — جنکے لیے وہ مورد رنج و عتاب تھا

حیرت یہ ہے کہ مجمع علی مین یہ گروہ　　ندوہ کے حل وعقد کا نائب مناب تھا
ندوہ پہ حرف گیر جو ہوتا تھا کوئی شخص　　وہ اس گروہ پاک کا وقفِ عتاب تھا
ندوہ مین کوئی نقص بتاتا تھا گر کوئی　　انکی طرف سے ایک کا سو سو جواب تھا
سیارگانِ چرخ علیگڈہ تھے پیش پیش　　جنمین کوئی قمر تھا کوئی آفتاب تھا
حیرت مین تھے تمام تماشائیانِ بزم　　یعنی یہ کیا طلسم تھا کیا انقلاب تھا
ندوہ کہان کہان وہ علیگڈھ کی انجمن　　اُس بزم قدس مین یہ کہان باریاب تھا
کس دن کی دوستی ہے یہ کب کا ہے ارتباط　　یون کب وہ موردِ کرم بیحساب تھا
شایانِ آفرین ہے وہی ندوۂ غریب　　جو مدتون سے موردِ خشم وعتاب تھا
سرشار ہے حمایتِ ندوہ مین وہ گروہ　　جسکو کہ اُس کے ذکر سے بھی اجتناب تھا
یہ قصۂ لطیف ابھی ناتمام ہے　　جو کچھ بیان ہوا ہے یہ آغاز باب تھا

آتا ہے اب معائنۂ ندوہ کا مشن　　جو اختراعِ مجمع حکمت شعار ہے
جنمین سے کچھ شریک نزاعِ قدیم ہین　　کچھ ابتدا سے بانی آغاز کار ہے
جن مین سے کوئی محکمۂ راز کا شریک　　مضمون آفتاب کا مضمون نگار ہے
خود کوزہ گر ہے خود گلِ کوزہ بھی ہے وہی　　جو صلح ہے وہی روشِ کارزار ہے
کیا شان ایزدی کہ وہی ندوۂ علوم　　جو مدعیِ رہبری روزگار ہے
جو مایۂ اُمید ہے نسلِ جدید کا　　جو کاروانِ رفتہ کی اب یادگار ہے
جسپر یہ حسنِ ظن ہے کہ یہ مجمعِ کرام　　جسکا کہ مصر وشام مین اب تک وقار ہے
آیا تھا جسکے شوق مین وہ فاضلِ عرب　　جس کا مرقع ادبی المنار ہے

چلتے ہین جسکے نقش قدم پر حریف بھی — گو اعتراف حق سے ابھی ان کو عار ہے
جسنے خطابت عربی کو دیا رواج — جو فن جرح و نقد کا آموزگار ہے
جسنے بدل دیا روش و شیوۂ قدیم — جو رہبر طریقۂ اصلاح کار ہے
آتے ہین اسکی جان پہ گونا آشنائے فن — یہ انقلاب گردش لیل و نہار ہے
تعلیم مشرقی سے نہین جنکو کچھ غرض — ندوہ اب اُن کا نازکش اقتدار ہے
ارباب ریش و جبۂ اقدس کا وہ گروہ — اب چند منشیون کا اطاعت گزار ہے

یہ داستان درد یہ افسانۂ الم!
ندوہ کا نوحہ نفس احتضار ہے!!

منکر مے بودن ہمرنگ مستان زیستن

معترض ہین مجھ پہ میرے مہربانان قدیم — جرم یہ ہے مین نے کیون چھوڑا وہ آئین کہن
مین نے کیون لکھے مضامین سیاست پے بپے — کیون نہ کی تقلید طرز رہنمایان زمن؟
کانگرس سے مجھکو اظہار برأت کیون نہین — کیون جو تھوڑا سا مین ہون ہندوؤن کا ہمسخن

خیر مین تو شاعر آزاد ہون جو ہون سو ہون — آپ تو فرمائیے کیون آپ نے بدلا چلن
آپ نے شملہ مین جاکے کی تھی جو کچھ گفتگو — حاصل اسکا فقط یہ تھا پس از تمہید فن
سعی بازو سے ملین جب ہندوؤن کو کچھ حقوق — اُس مین کچھ حصہ ملے ہم کو بھی بہر پنجتن
یعنی جا کر شیر جب جنگل سے کر لائے شکار — لومڑی پہونچے کہ "کچھ مجھکو بھی دی سرکار تن"

لیکن اب تو آپ کی بھی کھلتی جاتی ہے زبان ۔۔۔ آپ بھی اب تو اڑاتے ہیں وہی طرز سخن !

اب تو مسلم لیگ کو بھی خواب آتے ہیں نظر ۔۔۔ اب تو ہے کچھ اور طرز نغمۂ مرغ چمن !

ملک پر اپنی حکومت چاہتے ہیں آپ بھی ۔۔۔ تھا یہی تو منتہائے فکر یاران وطن !

آپ نے بھی اب تو نصب العین رکھا ہے وہی ۔۔۔ کانگرس کا ابتدا سے ہے جو موضوع سخن

آپ بھی تو جادۂ (سید) سے اب ہیں منحرف ۔۔۔ اب تو اوراق وفا پر آپ کے بھی ہے شکن !!

جب یہ حالت ہے تو پھر ہم پر ہے کیوں خشم و عتاب

منکر مے بودن و ہمرنگ مستان زیستن ؛

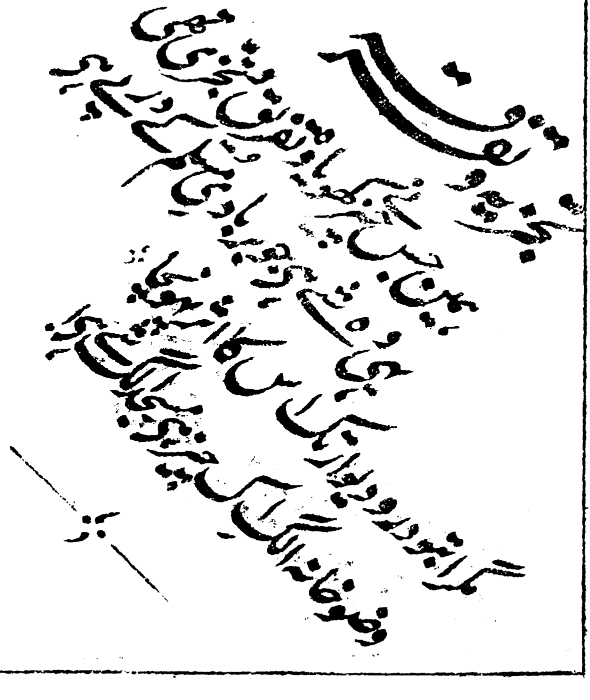

احرار قوم اور طفل سیاست

یہ اعتراض آپ کا بیشک صحیح ہے
احرار قوم مین ہین بہت خامیان ابھی

چلتے ہین تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ
گم گشتہ طریق ہے یہ کاروان ابھی!

زود اعتقادیان ہین تلوّن ہے وہم ہے
ہوجاتے ہین ہر ایک سے یہ بدگمان ابھی

دلمین نہ عزم ہے نہ ارادون مین ہے ثبات
جھیلے نہین ہین معرکۂ امتحان ابھی

بے اعتدالیان ہین ادا ے کلام مین
باہر ہے اختیار سے انکے زبان ابھی

ہردم ہین گو مسائل ملکی زبان پر
انمین سے ایک بھی تو نہین نکتہ دان ابھی

یہ سب بجا درست مگر سچ جو پوچھیے
جو کچھ کہ ہے یہ ہے اثر رفتگان ابھی

یہ ہے اُسی سیاست پارینہ کا اثر
گو شمع بجھ چکی ہے مگر ہے دھوان ابھی

موزون نہین ہے جنبش اعضا تو کیا عجب
شب کے خمار کی ہین یہ انگڑائیان ابھی

چلتے ہین لڑکھڑاتے ہین اک اک قدم پہ پاؤن
چھوٹے ہین قید سخت سے یہ سخت جان ابھی

بیکار کردیے تھے جو خود بازوؤن سے عمل
گو کھینچتے ہین پر نہین کھنچتی کمان ابھی

آئے کہان سے قوت رفتار پاؤن مین
کچھ بیڑیان ہین پاؤن کی بندگران ابھی

غور ان غان ہے کچھ مباحث ملکی نہین ہین یہ
اک طفل ہے سیاست ہندوستان ابھی

خطاب بہ احرار

ایک مرکز کی ضرورت

یہ جو لیڈر شکنی آپ نے کی خوب کیا — قوم اب طوقِ غلامی سے ہے بالکل آزاد
لوگ اب حلقۂ تقلید میں ہونگے نہ اسیر — ٹوٹ جائے گا طلسم اثرِ استبداد
ہان مگر ایک گزارش بھی ہے یہ قابلِ غور — یہ تو فرمائیے اس باب میں کیا ہے ارشاد؟
بتکدے آپنے ڈھائے بہت اچھا لیکن — شرط یہ ہے کہ حرم کی بھی تو رکھیے بنیاد
آبلہ قابلِ نشتر تھا یہ مانا لیکن — دیکھیے یہ کہیں زخم میں آجائے نہ فساد
آپ کہتے ہیں کہ وہ مجمع ناجائز تھا — پھر بھی کچھ تھا تو اک گھر تو تھے کچھ آباد
اب کوئی مرکزِ قومی ہے نہ توحیدِ خیال — نہ کوئی جادۂ مقصد ہے نہ کچھ توشہ و زاد
خوف یہ ہے کہ بکھر جائے نہ شیرازۂ قوم — خوف یہ ہے کہ یہ ویرانہ نہ پھر ہو آباد
ذرے جس طرح بکھر جاتے ہیں اڑ اڑ کے فضا — یوں ہی ہو جائیگی پھر قوم بھی آخر برباد
نکتہ چینی سے فقط کام نہیں چل سکتا — یہ بھی لازم ہے کہ کچھ کام بھی ہو بیشِ نہاد

بھاپ پر زور ہے لیکن کوئی انجن بھی تو ہو
کام کیا آئے گا نشتر جو نہ ہوگا فصّاد

جزر و مد

الہلال کا لب و لہجہ

دیکھ کر حریتِ فکر کا یہ دورِ جدید — سوچتا ہون کہ یہ آئینِ خرد ہے کہ نہیں؟

رہنماؤن کی یہ تحقیر، یہ اندازِ کلام — اسمین کچھ شائبۂ رشک و حسد ہی کہ نہین؟
اعتراضات کا انبار جو آتا ہے نظر — اسمین کچھ قابلِ تسلیم و سند ہی کہ نہین؟
نکتہ چینی کا یہ انداز، یہ آئینِ سخن — بزمِ تہذیب مین مستوجبِ رد ہی کہ نہین؟
جس نئی راہ مین ہین بادیہ پیمایہ لوگ — کوئی اِس جادۂ مشکل کا بلد ہی کہ نہین؟
شاعرونِ نے جو نئی آج بچھائی ہے بساط — اسمین اِن پہ بھی کہین سے کوئی زد ہی کہ نہین؟
پہلے گر شانِ غلامی تھی تو اب خیرہ سری — اِس دور اہے مین کوئی بیچ کی حد ہی کہ نہین؟

فیصلہ کرنے سے پہلے مین ذرا دیکھ تو لون
"جزر" جیسا تھا اُسی زور کا "مد" ہی کہ نہین؟

مسلم لیگ

لیگ کے عظمت و جبروت سے انکار نہین — ملک مین غلغلہ ہی، شور ہی، کہرام بھی ہے
ہی گورنمنٹ کی بھی اسپہ عنایت کی نگاہ — نظرِ لطفِ رئیسانِ خوش انجام بھی ہے
کون ہی جو نہین اس حلقۂ قومی کا اسیر — اسمین زہاد بھی ہین رند مے آشام بھی ہے
فیض ہی اِسکا باندازۂ طالب یعنی — بادۂ صاف بھی ہی دُردِ تہِ جام بھی ہے
کعبۂ قوم جو کہتے ہین بجا کہتے ہین — مرجعِ خاص ہی یہ، قبلہ گہِ عام بھی ہے
پختہ کارون کے لئے آلۂ تسخیر ہے یہ — نوجوانون کو صلائے طمعِ خام بھی ہے
رہنمایانِ نوآموز کا ہی مکتبِ درس — زینۂ فخر و نمائش گری عام بھی ہے
مقامات مین درکار ہی ایثارِ نفوس — ان مین طرزِ عملِ بوسہ و پیغام بھی ہے

صدمۂ شہد تبریز سے آنکھین ہین پُرآب — دلمین غمخواری ترکانِ نکونام بھی ہے
مختصر اُسکے فضائل کوئی پوچھے تو یہ ہین — محسنِ قوم بھی ہے خادمِ حکام بھی ہے
ربط ہے اسکو گورنمنٹ سے بھی ملک سے بھی — جسطرح صرف مین اک قاعدۂ ادغام بھی ہے

اسکے آفس مین بھی ہر طرح کا سامان ہے درست — ورقِ سادہ بھی ہے کلکِ خوش اندام بھی ہے
ہین قرینے سے بچھائی ہوئی میزین ہر سو — جا بجا دفترِ پارینۂ احکام بھی ہے
چند بی اے ہین سند یافتۂ علم و عمل — کچھ اسسٹنٹ ہین کچھ حلقۂ خدام بھی ہے
ہو جو تعطیل مین تفریح سیاحت مقصود — سفرِ درجۂ اول کے لیے دام بھی ہے
یہ تو سب ٹھیک ہے مگر ایک گزارش ہے حضور! — گرچہ یہ سوءِ ادب بھی ہے اور ابرام بھی ہے
مجھ سے آہستہ مرے کان مین ارشاد ہو یہ
"سال بھر حضرت والا کو کوئی کام بھی ہے؟"

خطاب

بہ رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب

اغماض چلتے وقت مروّت سے دور تھا
اس وقت پاس آپ کا ہونا ضرور تھا

ہر چند لیگ کا نفسِ واپسین ہے اب — اس ہستئ دو روزہ پہ جس کو غرور تھا

وہ دن گئے کہ بتکدہ کو کہتے تھے حرم   وہ دن گئے کہ خاک کو دعوئے نور تھا
وہ دن گئے کہ شانِ غلامی کے ساتھ بھی   ہر بوالہوس خمارِ سیاست میں چور تھا
وہ دن گئے کہ شارعِ اول کا حرف حرف   ہم پایۂ کلامِ سخنگوئے طور تھا
وہ دن گئے کہ فتنۂ آخر زمان کے بعد   گویا کہ اب امامِ زمان کا ظہور تھا
اب معترف ہیں دیدہ ورانِ قدیم بھی   اس نقشِ سیمیا میں نظر کا قصور تھا
اس دستِ مرتعش میں نہ تھی قوّتِ عمل   اک کاسۂ تہی یہ سرِ پُر غرور تھا
یہ لمعۂ سراب نہ تھا چشمۂ بقا   یہ تیرگی تھی جس کو سمجھتے تھے نور تھا
آئینِ بندگی میں تملق کی شان تھی   اخلاص و صدق شائبۂ مکر و زور تھا
اُن کی دوکان کی وہ ہوا اب اکھڑ چلی   جن کے گھروں میں جنسِ دغا کا وفور تھا
اب یہ کھلا کہ واقفِ سِر تھا اُسی قدر   جو جس قدر مقامِ تقرّب سے دور تھا
ہر دم برادرانِ وطن کی بُرائیاں!   ظاہر ہوا کہ فتنۂ اربابِ زور تھا
سب مٹ گیا سیاستِ ساحر کا طلسم   اک ٹھیس سی لگی تھی کہ شیشہ یہ چور تھا

لے دے کے رہ گیا تھا سہارا بس آپ کا   یہ جسمِ مردہ منتظرِ نفخِ صور تھا
اُمید تھی کہ اب کی بدل جائیں گے اصول   مٹ جائے گا نظام میں جو کچھ فتور تھا
ہو گی کچھ اب نظامِ حکومت پہ گفتگو   جس بات کا منتظر کہ ہر اک باشعور تھا
دینگے برادرانِ وطن کو پیامِ صلح   آویزشِ عبث سے ہر اک دل نفور تھا
یہ کیا ہوا کہ آپ نے بھی بیرخی سی کی؟   کیا آپ کو بھی رازِ نہاں پر عبور تھا
یا یہ سبب ہوا کہ پراگندہ تھا مزاج   از بسکہ آستانہ میں شورِ نشور تھا

ممکن ہے اور بھی ہوں کچھ اسباب ناگزیر
یہ سب سہی پہ آپ کو آنا ضرور تھا

مسلم لیگ

لوگ کہتے ہیں کہ آمادۂ اصلاح ہے لیگ — یہ اگر سچ ہے تو ہمکو بھی کوئی جنگ نہیں
عقدۂ راز سے کچھ کچھ یہ بھنک آتی ہے — کہ ہم آہنگیِ احباب سے اب ننگ نہیں
فرق اتنا تو بظاہر نظر آتا ہے ضرور — اب خوشامد کا ہر اک بات میں وہ رنگ نہیں
عرضِ مطلب میں زبان کچھ تو ہے کھلتی جاتی — گرچہ اب تک بھی حریفوں کی ہم آہنگ نہیں
وہ بھی اب نقدِ حکومت کو پرکھتے ہیں ضرور — جن کو اب تک بھی تمیزِ گہر و سنگ نہیں
قوم میں پھونکتے رہتے ہیں جو افسونِ وفا — اُن کی فسانہ طرازی کا بھی وہ ڈھنگ نہیں
وہ بھی کہتے ہیں کہ اس جنسِ وفا کی قیمت — جسقدر ملتی ہے ذرہ کی بھی ہم سنگ نہیں
آگے تھے حلقۂ تقلید میں جو لوگ اسیر — سست رفتار تو اب بھی ہیں مگر لنگ نہیں

آپ برل جو نہیں ہیں تو بلا سے نہ سہی — یاں کسی کو طلبِ افسر و اورنگ نہیں
کام کرنیکے بہت سے ہیں جو کرنا چاہے — اب بھی یہ دائرۂ سعی و عمل تنگ نہیں
سال میں یہ جو تماشا سا ہوا کرتا ہے — کام کرنیکے یہ انداز نہیں ڈھنگ نہیں
کچھ تو نظم و نسقِ ملک میں بھی دیجئے دخل — شیوۂ حق طلبی ہے یہ کوئی جنگ نہیں
کچھ نہ کچھ نظمِ حکومت میں ہے اصلاح ضرور — ہم نہ مانیں گے کہ اس آئینہ میں زنگ نہیں

کم سے کم حاکمِ اضلاع تو ہوں اہلِ وطن!

کیا ہزاروں ہین کوئی صاحب فرہنگ نہین

صلح کانفرنس کی شکست اور جنگ کا آغاز

سوٹ ایبل سلف گورنمنٹ

دیکھا جو لیگ نے کہ ہوا خاتمہ تمام
از بسکہ دست حق طلبی اب دراز ہے

کہنے لگے ہین سب کہ سیاست کا یہ نظام
مقبول خاص و عام نہین خانہ ساز ہے

تقسیم مشرقی نے عیان کردیا ہے سب
جو شاہ راہ حق مین نشیب فراز ہے

مجبور ہو کے لیگ نے اُلٹا ہے یہ ورق
جو سر بسر مرقع نیرنگ ساز ہے

چہرہ پہ ہے جو سلف گورنمنٹ کا نقاب
ہر دیدہ ور اسیر طلسم مجاز ہے

سمجھے نہ یہ کہ "سوٹ ایبل" کی جو شرط ہے
تمہید سجدہ ہاے جبین نیاز ہے

سمجھے نہ لوگ یہ کہ یہی لفظ پُر فریب
اس ملک مین طلسم غلامی کا راز ہے

سب یہ سمجھ رہے ہین کہ اب لیگ و کانگرس
دونون کا ایک عرصہ گہ ترکتاز ہے

جب تک کہ لوگ حلقہ بگوش خواص ہین
جب تک زبان قوم خوشامد طراز ہے

جب تک ہین لوگ عالم بالاے مستفیض
جب تک ہم یہ دُور "فتوح ہاے راز" ہے

"احرار" سے کہو کہ نہین کچھ امید "صلح"
مٹتا نہین جو تفرقہ و امتیاز ہے

آزادی خیال پہ تم کو ہے گر غرور
تو لیگ کو بھی شان غلامی پہ ناز ہے

مسلم لیگ

لیگ کو جب نظر آیا کہ چلی ہاتھ سے قوم
اِک نیا روپ بھرا اُس نے باندازِ دگر

منظرِ عام پہ لوگوں سے کیا اُس نے خطاب
کہ نہیں سلف گورنمنٹ سے اب ہم کو مفر

اِک ذرا سی مگر اِس لفظ میں تخصیص بھی ہے
جس سے ہیں متفق اللفظ سب اربابِ نظر

یعنی وہ سلف گورنمنٹ کہ ہو "سوٹابل"
یا کہ موزون و مناسب ہو بالفاظِ دگر

یہ مسلّم کہ ہر اک ملک کی حالت ہے جدا
جسکا آئین حکومت پہ بھی پڑتا ہے اثر

جو حکومت کہ کناڈا کے لیے موزون ہے
ہے وہی مملکتِ ہند میں سرمایۂ شر

ملک میں ہم بھی ہیں ہندو بھی ہیں عیسائی بھی
جو کہ ہیں نخلِ حکومت کے لیے برگ و ثمر

واقعی "قیدِ مناسب" ہے بجا اور موزون
آپ اس قید کو کس کام میں لائیں گے مگر؟

پہلے بھی آپ تھے اِس حصن میں لیتے تھے پناہ
پہلے بھی آپ اُسی دشت میں تھے راہ سپر

جب کبھی کوئی بھی تحریک سیاسی ہوگی
آپ اس "قیدِ مناسب" کو بنائیں گے سپر

اب بھی ہیں جادۂ مقصد کے وہی نقشِ قدم
اب بھی اوراقِ سیاست کا وہی ہے مسطر

یہ وہی لفظ ہے مجموعۂ صد گونہ فریب
یہ وہی لفظ ہے سرمایۂ صد گونہ ضرر

آپ ہر بار جو بڑھ بڑھ کے پلٹ آئے ہیں
ہے اسی شیوۂ تعلیمِ غلامی کا اثر

آپ کے فلسفۂ نو کے یہ الفاظِ جدید
گو بظاہر ہیں فریبندۂ اربابِ بصر

ہے حقیقت میں اُسی متنِ غلامی کی یہ شرح
ہے حقیقت میں اُسی نخلِ سیاست کا ثمر

چند جملے جو زبانوں پہ چلے آتے ہیں
آپ دُہراتے ہیں ہر بار باندازِ دگر

ایک اُنہیں میں سے ہے یہ بھی کہ "ابھی وقت نہیں"
ہے اِسی لفظ کی تشریح باندازِ دگر

آج یہ لفظ "مناسب" جو بنا وضع ہوا — آپ اس لفظ کو ہر بار رہا کیجئے گا بہر
آپ سکے دائرہ بحث کا مرکز بنا ہی — آپ کی گردش پیہم کا یہی تھا محور
آپ اس امر پر ہوں بھی نہ چھوڑیئے کبھی — آپ اس کو یہ پیچ و خم سے نہ ہونگے سر بسر
آپ پہ ہو وال مجلس نہ کہیں گے کبھی — دل سے جائیگا نہ تعلیم غلامی کا اثر
آپ کہیں بھی کوئی پہلو سے غلامی ہوگا — پھر نہ پھرے گی اسی نقطہ پہ ٹھہرے گی نظر
اس کو نہ سرد مزاج اور پھر اس پہ بسر — خوف یہ ہے کہ پہونچ جائے نہ فالج کا اثر

آپ کچھ گرم دوا ہیں جو گوارا فرمائیں
ہم دعا گو یہ سمجھتے ہیں کہ ہو گا بہتر

لیگ

سوٹ ایبل

لیگ کے سلسلے کو رنٹ ہوا پیش نظر — لله الحمد کہ حل ہو گئی ساری مشکل
اب یہ بیجا ہے شکایت کہ وہ آزاد نہیں — اب یہ کہنا غلطی ہے کہ وہ ہر بار رہے گا
ملک کے چند مسائل کی یہی ہے بنیاد — اور جو کچھ ہے اسی چیز میں ہے سب شامل
لیگ نے عرض طلب میں جو جرأت کی ہے — واقعہ یہ ہے کہ ہے مدح و ثنا کے قابل
کچھ تو ہے لیگ میں جس نے یہ کشش پیدا کی — آپ سے آپ جو کھنچتا ہے ادھر ہر دل
لیگ والوں نے جو اسٹیج پہ کی تقریریں — کردیے اُس نے خیالات غلط سب باطل
اس مولیری سے ہر اک حرف ادا ہوتا تھا — بعض کہتے تھے کہ ہے سواد بھی میں داخل"

الغرض لیگ گئے اور مجلس ملکی کے حدود   یوں ملے آکے بہم بحر سے جیسے ساحل
ہاں تو اب عرض ہے یہ خدمت عالی میں جناب   کیجیے سلف گورنمنٹ کا مقصد حاصل
امتحانات سول کے لیے لندن کی یہ قید   ہے یہ رفتار ترقی کے لیے سخت مخل
یہ جو پیمائش ارضی کا ہے سی سالہ رواج   ملک کے حق میں ہے یہ زہر سے بڑھکر قاتل
جو مناصب کہ ولایت کے لیے ہیں مخصوص   آج ابنائے وطن بھی تو ہیں اُن کے قابل
صیغۂ فوج میں تخفیف مصارف ہے ضرور   سینۂ ملک پہ افسوس کہ بھاری ہے یہ سل

لیگ نے سُن کے یہ سب مجھ سے باہستہ کہا   آپ سمجھے بھی کہ اس لفظ کا کیا تھا محمل؟
ہمنے گو سلف گورنمنٹ کی خواہش کی تھی   شرط یہ بھی تو لگا دی تھی کہ ہو سوٹ ایبل؛
آپ جو کہتے ہیں وہ ہے حد ادراک سے دور   ہمکو اس خواب پریشاں میں نہ کیجیے شامل
یہ وہ باتیں ہیں جو مخصوص ہیں یورپ کے لیے
آپ طے پہلے غلامی کی تو کرلیں منزل

مسلم یونیورسٹی

گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے
خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے

الحاق کی جو شرط نہ مانی جناب نے   کیا جانے کیا حضور کے دل میں خیال ہے
مسلم کے لفظ میں تو کوئی بات ہی نہ تھی   کیا اس میں بھی حضور کو کچھ احتمال ہے!

اسبابِ رفعِ طعن کے نئے کچھ عیاں ہوئے | یا پہلے ہی سے شیشۂ خاطر میں بال ہے؟
ہم تو ازل سے حلقہ بگوش نیاز ہیں | یہ سر ہمیشہ زیر قدم پائمال ہے
بیشک تو وہ تمام صفت کی حضور کی | جو خاص شیوۂ صفتِ ذوالجلال ہے
آیا کبھی نہ حرفِ تمنا زبان پر | اب تک تو ہم کو پاسِ ادب کا خیال ہے
اردو کے باب میں جو ذرا کھل گئی زبان | اب تک جبین پر عرقِ انفعال ہے
دامن غبارِ حق طلبی سے رہا ہے پاک | یہ فیضِ خاص [illegible] سال ہے
آیا جو حرفِ شکوہ کبھی دل میں [illegible] ہم | سمجھا دیا کہ جوشِ جنوں کا مآل ہے
اب تک اسی طرح سے ہیں [illegible] خاص | گو [illegible] عوام میں کچھ قیل و قال ہے
گر منہ سے بھی ہوئی ہے زباں تیز شکوہ سنج | باطن ہے وہ انقیاد، جو ظاہر ملال ہے

الحاق سے بچی اور نہ کچھ علاقہ خاص | بس اک عمومِ درسِ وفا کا خیال ہے
یعنی رکھیل کر یہ زمانے کو گھیر لے | اب تک جو مختصر یہ علی گڈھ کا جال ہے
یہ پالسی ہے شاہرۂ عام قوم کی | اس سے کوئی الگ ہو تو وہ پائمال ہے
پھر بھی حضور کی نہ گئیں سرگرانیاں | پھر بھی گنہگار مرا بال بال ہے
اتنی سی آرزو بھی پذیرا نہ ہو سکی | اب کیا کہیں کہ اور بھی کچھ عرضِ حال ہے

سنتے رہے وہ غور سے یہ داستانِ غم | جب ختم ہو گئی تو یہ لب پر مقال ہے

"حد سے اگر بڑھے گا تو ہو جائے گا مسئلہ
وہ درسگاہِ رشد و وفا کا جو حال ہے"

یونیورسٹی

مایوس گو ترقیِ قومی سے ہیں نہیں — لیکن ابھی تلک تو یہ سودائے خام ہے
رائیں تمام کج ہیں خیالات سب غلط — گم کردۂ نجات ہر اک خاص و عام ہے
یہ تیس لاکھ قوم نے جو کر دیے عطا — بے شبہ عزم و ہمتِ عالی کا کام ہے
لیکن یہ گفتگو جو نئی چھڑ گئی ہے اب — یہ باعثِ تباہیِ ناموس و نام ہے
الحاق کی جو شرط نہ منظور ہو سکی — اک غلغلہ ہے شور ہے غوغائے عام ہے
لبریز ہے تصورِ باطل سے ہر دماغ — ہر سینہ عرصہ گاہِ ہوسہائے خام ہے
ایسی طرح سے چلتی ہے اک ایک کی زبان — گویا کہ ذوالفقارِ علی بے نیام ہے
دو کوڑیاں بھی جس نے نہ دیں آج تک کبھی — اسکی بھی نیند جوشِ جنوں میں حرام ہے

اک غلغلہ بپا ہے کہ الحاق جب نہیں — پھر کس بنا پہ جامعۂ قوم نام ہے
اسلام کے جو نام سے بھی متّسم نہیں — اس کو تو دور ہی سے ہمارا سلام ہے
مسلم نہیں تو جامعۂ قوم بھی نہیں — پھر کیوں یہ شور غلغلہ و اہتمام ہے
چندے لیے گئے تھے اسی شرط پر تمام — یہ نقضِ عہد ہے کہ جو شرعاً حرام ہے
یہ درسگاہ خاص نہ تھا مدعا سے عام — یہ وہ متاع ہے نہیں جسکا یہ دا[illegible]

ان ابلہان قوم کو سمجھائے یہ کوئی — عالم کے کاروبار کا اک [illegible]
جس کی بنا تمام ہے تقسیمِ کار پر — یعنی ہر ایک شخص کا اک خا[illegible]

عالم میں ہیں ہر اک کے فرائض جُدا جُدا
یہ مسئلہ مسلمہ خاص و عام ہے
ہر مقتدی کا فرض فقط امتثال امر
ارشاد و حکم منصب خاص امام ہے
تھا قوم کا جو فرض وہ تھا بس عطائے زر
آگے مقدسین علی گڈھ کا کام ہے
یہ بارگاہ خاص نہیں مجلس عوام
سمعًا و طاعۃً یہ ادب کا مقام ہے
مخصوص ہیں مناصب خاصان بارگاہ
تم کون ہو جو تم کو یہ سودائے خام ہے؟

مسئلہ الحاق

مجھ کو حیرت تھی کہ تعلیم غلامی کیلیئے
وہ نیا کون سا پہلو ہے کہ جو باقی ہے
پہلے جو بزم گہ خاص تھی اس فن کیلیئے
آج جو کچھ ہے اسی درس کی مشاقی ہے
اسکے ہوتے ہوئے پھر لیگ کی حاجت کیا تھی
جب وہی بادۂ گلگون ہے وہی ساقی ہے
فیض ہے عالم بالا کا ابھی تک جاری
استفادہ میں وہی شیوۂ اشراقی ہے
غلطی سے جو نئی چیز سمجھتے ہیں اُسے
یہ فقط وہم غلط کار کی خلاقی ہے

شیخ صاحب نے کہا مجھسے باندازِ لطیف
اسمیں اک راز ہے اک نکتۂ اشراقی ہے
یون تو ہیں جامعۂ درس غلامی دونون
فرق یہ ہے کہ وہ محدود یہ الحاقی ہے

یونیورسٹی ڈپوٹیشن

تھی سفارت کی جو تجویز بظاہر موزون
اہل مجلس بھی بظاہر نظر آتے تھے خموش

دفعۃً دائرہ صدر سے اُٹھا اک شخص
جس کی آزادی تقریر تھی غارتگر ہوش

اُسنے اس زور سے تجویز یہ کی ردّ و قدح
چونک اُٹھے وہ بھی جو بیٹھے ہوئے تھے پنبہ بگوش

اہل مجلس نے جو بدلا ہوا دیکھا انداز
ڈر ہوا یہ کہ کہین اور نہ بڑھ جائے خروش

صدر محفل نے بُلا کر اُسے آہستہ کہا
"کہ تو ہم شامل وفدستی این مایہ جوش"

بادۂ جام سفارت سے وہ مرد افگن تھا
ایک ہی جرعہ مین وہ شیر جری تھا خاموش

اب نہ وہ طرز سخن تھا نہ وہ آزادی رائے
نہ وہ ہنگامہ طرازی تھی نہ وہ جوش و خروش

جس کی تقریر سے گونج اُٹھتا تھا اجلاس کا ہال
اب وہ اک پیکر تصویر تھا بالکل خاموش

سخت حیرت تھی کہ اک ذرۂ خاکستر تھا
وہ شرارہ جو ابھی برق سے تھا دوش بدوش

دیکھتے ہین تو حرارت کا کہین نام نہین
ہوگیا شعلۂ سوزندہ بھڑک کر خس پوش

اہل ثروت سے یہ کہدو کہ مبارک ہو تمھین
للہ الحمد ابھی ملک مین ہین رائے فروش

یونیورسٹی اور الحاق

شرط الحاق یہ اصرار اور ایسا اصرار
شیوۂ عقل نہین بلکہ یہ ہے کج نگہی

درسگاہین ہین کہان کیجیے جنکا الحاق
اور اگر ہین بھی تو بیکار ہین یا طبل تہی

لوگ جس چیز کو کہتے ہین علی گڈھ کالج
چشم بینا ہو تو ہے جامعۂ قوم یہی

یہ نیا قبلۂ حاجات ہے سونچین تو ذرا — یہ وہی کعبۂ مقصود ہے دیکھین تو سہی
جو لوگ ہین جمعیتِ قومی کے امام — جنکا ارشاد ہی ہمپایۂ طغرائے شہی
سب متفق اللفظ یہی کہتے ہین — اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْحَقُّ وَآمَنْتُ بِہ

قوم کا دیکھئے بچپن کہ یہ سب سُن کے کہا
جو کھلونا تجھے دکھلایا تھا لونگی تو وہی

یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کا اجلاس لکھنو

۲۸ - دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء

یہ فیض ہے جماعتِ احرار کا ضرور — اب قوم کو جو شخص پرستی سے عار ہے
آزادیٔ خیال کا جو کچھ کہ ہے اثر — یہ سب اُنھین کے فیض کا منت گزار ہے
لیکن یہ دیکھنا ہے کہ یہ عزم یہ ترنگ — ہے دیرپا کہ جوشِ جنونِ بہار ہے

اب کی جو لکھنؤ مین دکھایا گیا سمان — سچ پوچھیئے تو شعبدۂ روزگار ہے
دیکھا یہ پہلے دن کہ ہر اک گوشۂ بساط — میدانِ رزم و عرصہ گہِ گیرودار ہے
غُل ہے کہ وہ مقدمۃ الجیش آگیا — اب انتظارِ فوج یمین و یسار ہے
احرار کی صفونکی صفین ہین جمی ہوئی — مجلس تمام عرصہ گہِ کارزار ہے
اسٹیج پر ہر اک بپھرتا ہے اس طرح — گویا حریفِ رستم و اسفندیار ہے
ہاتھ اُٹھ رہے ہین یا علمِ فتح ہے بلند — چلتی ہوئی زبان ہے یا ذوالفقار ہے

ہر نوجوان ہے نشۂ آزادگی میں مست — جو ہے وہ حریت کا سر پر خمار ہے
احرار کہہ رہے ہیں نہ مانینگے ہم کبھی — ویٹو کا ویسرائے کو کیا اختیار ہے
الحاق اگر نہیں ہے تو یہ بھی ہے عبث — مسلم کا لفظ خاص ہمارا شعار ہے
جو والیان ملک تھے زیب انجمن — سب دم بخود سے تھے کہ یہ کیا خلفشار ہے

یا صبح دم جو دیکھیے آکر تو بزم میں — سنیے وہ خروش جوش وہ گیر و دار ہے
ٹوٹی ہوئی صفیں ہیں علم سرنگوں ہیں سب — بازوئے تیغ گیر جو تھا رعشہ دار ہے
نازش کا ایک کال چھایا ہے ہر طرف — ہر شخص اس کی فکر میں مصروف کار ہے
سر تھامے ہیں دور قدح ہائے راز کی — ہر شخص وہ حکمت عملی کا شکار ہے

جو بات کل تلک سبب ننگ و عار تھی — وہ آج مایۂ شرف و افتخار ہے
جس بات پر کہ نعرۂ نفریں بلند تھے — اب وہ قبول خاطر ہر ذی وقار ہے
کل کہہ چکے ہیں کیا؟ یہ نہیں اب کسی کو یاد — اب نکتہ ہائے زیر لبی پر مدار ہے
خود آپ اپنے ہاتھ سے کھائی ہے گو شکست — کہتے ہیں پھر یہ فتح مبین یادگار ہے

حیران تھے عوام کہ کیا ماجرا ہے یہ — یہ کیا دورنگی چمن روزگار ہے

احرار کا طریق عمل ہے اگر یہی
پھر کامیابیوں کا عبث انتظار ہے

بربادیٔ خانمان

مولانا شبلی مرحوم نے اپنے بھائی مولوی محمد اسحاق صاحب مرحوم کی وفات پر ایک نوحہ لکھا تھا۔ اس نوحہ کو دیکھ کر کس کو خیال ہو سکتا تھا کہ تھوڑے روز بھی مشکل سے گزرنے پائیں گے کہ ملک کو اُسکے مصنف کا بھی ماتم کرنا پڑے گا۔ افسوس موت نے ہمارے ہاتھ سے کیسا زبردست فاضل چھین لیا۔

وہ برادر کہ مرا یوسفِ کنعانی تھا! — وہ کہ مجموعۂ ہر خوبیٔ انسانی تھا
وہ کہ گھر بھر کے لیے رحمتِ یزدانی تھا — قوتِ دست و دلِ شبلیٔ نعمانی تھا
جوش اسی کا تھا جو میرے سرِ پرشور میں تھا — ہاں اسی کا یہ مرے خامۂ پرزور میں تھا
ہم سے ناکاروں کی اک قوتِ بازو تھا وہی — مایۂ عزتِ اجداد کا حامل تھا وہی
مسندِ والدِ مرحوم کے قابل تھا وہی — یوں تو سب اور بھی اعضا ہیں مگر دل تھا وہی
اب وہ مجموعۂ اخلاق کہاں سے لاؤں — ہائے افسوس میں اسحاق کہاں سے لاؤں
جب گیا والدِ مرحوم نے دنیا سے سفر — گھر کا گھر تھا ہدفِ ناوکِ صد گونہ خطر
بن گیا آپ اکیلا وہ ہر آفت میں سپر — تیر جو آئے گیا آپ وہ ان کی زد پر
خود گرفتار رہا تاکہ میں آزاد رہوں — اُس نے غم اس لیے کھائے تھے کہ میں شاد رہوں
اُسکا صدقہ تھا کہ ہر طرح سے تھا میں بے غم — گھر کے جھگڑوں سے نہ کچھ فکر نہ کچھ رنج و الم
امن و راحت کے جو سامان تھے ہر طرح بہم — میں تھا اور مشغلۂ نامہ و قرطاس و قلم
اُسکے صدقے سے تھی میری سخن آرائی بھی — اسکا ممنون تھا مرا گوشۂ تنہائی بھی
تازہ تھا دل پہ ابھی مہدیٔ مرحوم کا داغ — کہ مرا قوتِ بازو تھا مرا چشم و چراغ
اُس کو جنت میں جو خالق نے دیا کنجِ فراغ — میں یہ کہتا تھا کہ اب بھی تر و تازہ ہے یہ باغ

یعنی وہ آئینۂ خوبیٔ اخلاق تو ہے! — اُٹھ گیا مہدی مرحوم تو اسحاق تو ہے

آج افسوس کہ وہ نیّرِ تابان بھی گیا — پیری جمعیتِ خاطر کا وہ سامان بھی گیا

اب وہ شیرازۂ اوراق پریشان بھی گیا — عتبۂ والدِ مرحوم کا دربان بھی گیا

گلۂ خوبیٔ تقدیر رہا جاتا ہے — نوجوان جاتے ہین اور یہ پیر رہا جاتا ہے

تجھ کو ای خاکِ لحد آج اجل نے سونپی — وہ امانت جو مرے والدِ مرحوم کی تھی

بسکہ فطرت مین ودیعت تھی نفاست طلبی — نازپروردۂ نعمت تھا بہ این سادہ وشی

دیکھنا اُڑکے غبار آئے نہ دامن پہ کہین — گرد پڑ جائے نہ اُس عارضِ روشن پہ کہین

اُسکے اخلاق کھٹک جاتے ہین دل مین ہر بار — وہ شکر ریز تبسّم، وہ متانت، وہ وقار

وہ وفاکیشیٔ احباب، وہ مردانہ شعار — وہ دل آویزیٔ خو، وہ نگہِ اُلفتِ یار

صحبتِ تلخ بھی اک لطف سے کٹ جاتی تھی — اُسکی ابرو پہ شکن آکے پلٹ جاتی تھی

حق نے کی تھی کرم و لطف سے اُسکی تخمیر — خوبیِ خلق و تواضع مین نہ تھا اُسکا نظیر

بات جو کہتا تھا ہوتی تھی وہ پتھر کی لکیر — اُس کی اک ذات تھی مجموعۂ اوصافِ کثیر

بسکہ خوش طبع تھا وہ صاحبِ تدبیر بھی تھا — سچ تو یہ ہے کہ وہ نوخیز بھی تھا پیر بھی تھا

اُسکو شہرت طلبی سے کبھی کچھ کام نہ تھا — وہ گرفتارِ کمندِ ہوسِ خام نہ تھا!

اُسکی ہر بات مین اک لطف تھا ابرام نہ تھا — وہ کبھی مدعیِ رہبریِ عام نہ تھا

اُسکے [illegible] کبھی گرمیِ بازار نہ تھی — اُسکی جو بات تھی کردار تھی گفتار نہ تھی

اُسکو معلوم جو تھا وسعتِ تعلیم کا راز — اُسنے دیکھے تھے جو منزل کے نشیب و فراز

اُسنے یہ کام نئی طرح کیا تھا آغاز — مگر افسوس کہ تھا راہ مین رخشِ تگ و تاز

کوششون کے جو نتیجے تھے اُسے مل نہ سکے — ہائے وہ پھول کہ پھیلے تھے مگر کھل نہ سکے

آہ بھائی ترے مرنیکے تھے یہ بھی کوئی دن — وہ ترا اوج شباب اور وہ بچے کمسن
مسند حلقۂ احباب ہے سونی تجھ بن — تو ہی تھا اب خلف صدر نشینان مُسن
دن جب آئے کہ تجھے میر جمہور کہوں — چرخ اب مجھ سے یہ کہتا ہے کہ مغفور کہوں
یہ بھی ای جان برادر کوئی جانیکا ہے طور — اپنے بچوں کی نہ کچھ فکر نہ تدبیر نہ غور
ابھی آنے بھی نہ پایا تھا ترے اوج کا دور — کیا ہوا تجھ کو کہ تو ہو گیا کچھ اور سے اور
چھوڑ کر بچوں کو بے صبر و سکوں جاتا ہے — کوئی جاتا ہے جو دنیا سے تو یوں جاتا ہے
آہ ای مرگ ستمگر کی نہیں تجھ کو تمیز — تیری نظروں میں برابر ہے گہر اور پشیز
میں نے مانا ترے نزدیک تھا وہ کوئی چیز — رحم کرنا تھا کہ چھوڑے ہیں کئی اسنے عزیز
لاڈلے ہیں کہ کسی ڈر کے بس کے بھی نہیں — اسکے بچے ابھی سات آٹھ برس کے بھی نہیں
ای خدا شبلی دل خستہ با این مو سفید — لیکے آیا ہے ترے درگہ عالی میں امید
مرنے والوں کو نجات ابدی کی ہو نوید — خوش و خرم رہے چھوٹا یہ مرا بھائی جنید

کیا لکھوں خستۂ غم تاب رقم بھی تو نہیں
اب مرے خامۂ پرزور میں دم بھی تو نہیں

نالۂ شبلی

بر وفات برادر خرد مولوی محمد اسحق مرحوم وکیل ہائیکورٹ الہ آباد

وہ بھی تھا ایکدن کہ یہ [illegible] دل — اک چشمۂ نشاط و وفور سرور تھا
رنگینی خیال سے لبریز تھا دماغ — جو شعر تھا چراغ شبستان حور تھا

سینہ مین تھا چمن کدۂ صد اُمید نو — آنکھون مین کیف بادۂ نازو غرور تھا
اِک ایک برگ تھا ورق نو بہار حسُن — ذرون کے رخ پہ صبح سعادت کا نور تھا

نظر آتا نہین اب صبر کا پہلو مجھ کو — کام دیتے نہین کچھ قوت بازو مجھ کو
شہر ویرانہ نظر آتا ہے ہر سو مجھ کو — ہائے افسوس کہان چھوڑ گیا تو مجھ کو

جب وہ گنجینۂ امید و تمنا نہ رہا
ایک بیکار زمانہ مین رہا یا نہ رہا

انتقال پدر پیر بھی دیکھا مین نے — ماتم مادرِ دلگیر بھی دیکھا مین نے
صدمۂ رحلت ہمشیر بھی دیکھا مین نے — دو برادر کو جوان میر بھی دیکھا مین نے

یہ نمائش کدۂ داغ عزیزان تو نہین
میرا سینہ ہے الٰہی یہ چراغان تو نہین!

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا انصاف

پسر عبد عزیز اموی — عدل مین ثانی ابن الخطاب
جب ملا تخت خلافت اُن کو — ہو گیا گلشن گیتی شاداب
ایک شب گھر سے چلے بہر نماز — پڑ گیا جب رُخ عالم پہ نقاب
کوئی آوارہ وطن تند مزاج — صحن مسجد مین تھا آلودۂ خواب
پاؤن کا اُنکے ٹھوکا جو لگا — جاگ اُٹھا اور کیا اُنسے خطاب
خیر ہے؟ کیا کوئی مجنون ہے تو؟ — یا کچھ ہے تری آنکھو پہ حجاب"

ہنس کے فرمایا کہ مجنون نہین | کچھ نہین مجھ مین جنون کے اسباب
ہان مگر ہو گئی مجھ سے تقصیر | آپ سے عفو کا طالب ہون جناب"
چوبدارون نے کیا اُسکو اسیر | چاہتے یہ تھے کہ دین اُسکو جواب
آپ نے روک دیا اُن کو وہین | پھر کیا اُنسے یہ آہستہ خطاب
اسنے اک بات فقط پوچھی تھی | جو مناسب تھا دیا مین نے جواب
بات قطعی تو نہین اُسنے کہی | پوچھنا کچھ نہین شایان عتاب
اتنی سی بات پہ یہ جوش و غضب | اتنی سی بات پہ یہ خشم و عتاب
بیکسون کو مین ستاؤن کیونکر | مجکو دینا ہے قیامت مین جواب

دعوت عمل

یہ نظم سنہ ۱۸۹۲ء کے اجلاس محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس مین پڑھی گئی تھی

بجا ہے آج اگر اس بزم مین بیٹھے مسلمان ہین | یہ اُنکی بزم ہے جو یادگار نسل عثمان ہین
خلیل اللہ سے مہمان نوازی جنکو پہونچی ہے | ہزارون مستحق آکے وہ اُس گھر مین مہمان ہین
فقط اک جذبۂ قومی انہین ان کھینچ لایا ہے | جہان نہ عمر و حکومت کے نہ حاجب ہین نہ دربان ہین
ہماری جلسۂ متونکا وہ اُٹھانے آئے ہین احسان | کہ اسلامی جماعت پر ہزارون جنکے احسان ہین
ہنر مین علم مین اخلاق مین مجد اور شرافت مین | یہی وہ صفتین ہین جنپہ ہم تم آج نازان ہین
خدا نے انکو بخشی ہے حکومت اور سطوت بھی | کہ جنکے سلطنت کے یہ جوارح اور ارکان ہین
مگر ان کو کسی عزت پہ نازش ہے تو اتنا ہے | کہ یہ اسلام کے ہین نام لیوا اور مسلمان ہین

نہ عہدوں کا تفاوت ہے نہ کچھ حفظ مراتب ہے
یہاں جس بزم کی ہے یہ شریک بزم اخوان ہین

معمر بھی ہین ان مین نوجوان بھی اور کمسن بھی
مگر شان اخوت مین ابھی سب کے یکسان ہین

یہ وہ ہین جنمین ہے اسلام کا ابتک اثر باقی
یہ وہ ہین جنمین جوہر نسل عدنانی کے پنہان ہین

انہین کے بازؤن مین زور تھا کشورستانی کا
انہین کی یادگارین جا بجا ابتک نمایان ہین

یہ وہ ہین ہان وہ دل سے جو فدائے قوم و ملت ہین
یہ وہ ہین نام پر اسلام کے جو دل سے قربان ہین

نہ ہوگا ایسا کوئی دل درد قومی سے جو خالی ہو
بظاہر گرچہ سب مسرور ہین خرم ہین شادان ہین

انہین احساس ہے انکی ملت کی تباہی کا
یہ واقف ہین کہ بیڑے قوم کے اب غرق طوفان ہین

انہین معلوم ہے ناکامیان ہین گردش گردون
انہین سمجھے وہ دشمن جس لگاتے ہین ایام و دوران ہین

جو سچ ہے ان کو جس آزادی سے چھوٹا پڑا ہے اب
یہ واقف ہین کہ پہلے قوم کیا تھی اور کیا ہے اب

ابھی اپنا ہم ابتک تو سمجھتے تھے کہ آسان ہے
مگر وہ درد نکلا جس کو ہم سمجھے تھے درمان ہے

وہ اب ہر بار جب اپنا اثر الٹا ہی دکھلاتا ہے
تو بس سمجھو کہ اب بیمار کوئی دم کا مہمان ہے

جو سچ پوچھو تو ہے اسلامیون کی بس یہی حالت
مرض دونا بڑھا دیتی ہے خود وہ شے جو درمان ہے

سلف کا تذکرہ جو ہمت و غیرت کا ہے افسون
ہمارے حق مین وہ سرمایہ خواب پریشان ہے

یہ قصے بڑھا دیتے ہین ہماری نیند کی شدت
یہ افسون حق مین اپنے اور بیہوشی کا سامان ہے

ہمین احساس تک ہوتا نہین اپنی تباہی کا
کہ سب پیش نظر اسلاف کی وہ شوکت و شان ہے

ہماری غفلتین سب اور ہو جاتی ہین یہ سن کر
کہ دنیا آجتک اسلام کی ممنون احسان ہے

مزے لیتے ہین پہرون تک کسی سے جب یہ سنتے ہین
کہ یورپ دولت عباس کا ابتک ثناخوان ہے

نہین ہلتے کہین یون گھر تک اگرچہ یہ رستے ہین
کہ ابتک قصر حمرا قبلہ گاہ رہ نوردان ہے

ہین جو دانا پڑھ مگر اس علم مین اتراتے پھرتے ہین — کہ دنیا مین ہمین سے زندہ ابتک نام یونان ہے
نظر آتے ہین ہم کو عیب اپنے خوبیان بنکر — ہم اپنے جہل کو بھی یہ سمجھتے ہین کہ عرفان ہے
بسر ہوتی ہے گر اوقات فیاضی پہ غیرون کی — تو سمجھے ہین کہ بس زہد اور توکل کی یہی شان ہے
حمیت اور خودداری نہین ہے گر طبیعت مین — تو اچھا ہے کہ مسکینی تو اول شرط ایمان ہے
طبیعت مین اگر ہین فتنہ پردازی کے کچھ جوہر — تو دعوی ہے کہ تدبیر اور سیاست فرض انسان ہے

وہ قوم اور وہ جماعت جس مین یہ اخلاق محکم ہین
بلائین اُس پہ جو آئین وہ کم ہین اور بہت کم ہین

یہ جو کچھ سن چکے ہو قوم کی تم حالت ابتر — نہ سمجھو یہ کہ ہے اس داستان کا خاتمہ اس پر
ہماری سب سے بڑھ کر بدنصیبی جو ہے وہ یہ ہے — کہ بے پروا ہین وہ بھی قوم کے جو آج ہین لیڈر
گیا وہ وقت جب تھا بس اسی کا نام ہمدردی — کہ دو آنسو بہا لین قوم کی درماندہ حالت پر
گیا وہ وقت ہم کو ناصحونکی جب ضرورت تھی — فلک نے کر دیا اک اک کو آپ اپنا نصیحت گر
گئے وہ دن کہ ہم محتاج تھے عبرت دلانے کے — ہمارا حال خود عبرت فزا ہے آج سر تا سر
ضرورت اب ہے گر ہمکو تو بس ہے اُن بزرگونکی — کہ جنمین خیر سے کچھ کر دکھانیکے بھی ہون جوہر
فقط باتین نہ ہون کچھ کام بھی بن آئے ہاتھون سے — کہین جو کچھ وہ منھ سے کر دکھائین اُس سے کچھ بڑھکر
نہین گر یہ تو بس اک گرمی صحبت کے سامان ہین — یہ قومی مرثیے یہ وعظ یہ اسپیچ یہ لکچر
طلب اور سعی سے کچھ کام بن آئے تو بن آئے — فصاحت اور بلاغت کا بس اب چلتا نہین منتر
ہمین جو کام ہین درپیش گو مشکل سے مشکل ہین — مگر کرنے پہ آجاؤ تو آسان سے ہین آسان تر
ابھی تک تم مین ہے اسلاف کا کچھ کچھ اثر باقی — شرر گو بجھ چکے پر گرم ہے ابتک وہ خاکستر
ابھی کچھ کچھ چمک باقی ہے ان مرجھائے پھولون مین — ابھی کچھ کاٹ ہے اس تیغ مین گو مٹ چکے جوہر

وہی فیاضیان تم مین ہین جو تھین معن و حاتم مین — مگر بہبودِ رسمون کے لیے وہ وقف ہین یکسر
کچھ اس سے کم ہوا تھا صرف تجہیزِ اسامہ مین — لٹا دیتے ہو تقریبون مین جتنا تم زر و زیور
فقط آپس کے جھگڑون مین تم اس سے کام لیتے ہو — وہ جودت اور ذہانت جس مین اب بھی تم ہو نام آور

سنبھالنا اب بھی گر چاہو تو ہے وقت اور ضرورت بھی
وگرنہ پھر نہین رہنے کی جو کچھ ہے یہ حالت بھی

غزلیات

اثر کے پیچھے دلِ حزین نے نشان چھوڑا نہ ہر کہین کا
گئے ہین نالے جو سوئے گردون تو اشک نے رخ کیا زمین کا

بھلی تھی تقدیر یا بری تھی یہ راز کس طرح سے عیان ہو
بتون کو سجدے کیے ہین اتنے کہ مٹ گیا سب لکھا جبین کا

وہی لڑکپن کی شوخیان ہین وہ اگلی ہی سی شرارتین ہین
سیانے ہونگے تو ہان بھی ہوگی ابھی تو سن ہی نہین نہین کا

یہ نظمِ آئین یہ طرزِ بندش سخنوری ہے فسون گری ہے
کہ ریختہ مین بھی تیرے شبلی مزہ ہے طرزِ علی حزین کا

تیر قاتل کا یہ احسان رہ گیا — جائے دل سینہ مین پیکان رہ گیا
کی ذرا دستِ جنون نے کوتہی — چاک آ کر تا بہ دامان رہ گیا
دو قدم چلکر ترے وحشی کے ساتھ — جادۂ راہ بیابان رہ گیا
قتل ہو کر بھی سبکدوشی کہان — تیغ کا گردن پہ احسان رہ گیا

ہم تو پہونچے بزم جاناں تک مگر — شکوۂ بیداد در زبان رہگیا
کیا قیامت ہے کہ کوے یار سے — ہم تو نکلے اور ارمان رہگیا
دوسرون پر کیا کھُلے رازِ دہن — جبکہ خود صانع سے پنہان رہگیا
جذبۂ دل کا ذرا دیکھو اثر — تیر نکلا بھی تو پیکان رہگیا
جامۂ ہستی بھی اب تن پر نہین — دیکھ وحشی تیرا عُریان رہگیا
ضعف و پیری مین بھی نہین [illegible] — مین اجل آئی بھی تو پنہان رہگیا
ای جنون مجھ سے کچھ ہوگا اگر — ایک بھی تار گریبان رہگیا
حسن چمکا یار کا اب آفتاب — آسمان پر غیرت [illegible] رہگیا
لوگ پہونچے منزل مقصود تک — مین جرس کی طرح نالان رہگیا
بزم مین ہر سادہ رو تیرے [illegible] — صورتِ آئینہ حیران رہگیا

یاد رکھنا دوستو اس بزم مین
آکے شبلی بھی غزلخوان رہگیا

پوچھتے کیا ہو جو حال شب تنہائی تھا — رخصت صبر تھی یا ترک شکیبائی تھا
شب فرقت مین دل غمزدہ بھی پاس نہ تھا — وہ بھی کیا رات تھی کیا عالم تنہائی تھا
مین تھا یا دیدۂ خونابہ فشان تھی شب ہجر — اُن کو وان مشغلۂ انجمن آرائی تھا
بارہا دل خونین کی طلب تھی پیہم — شب جو آنکھوں نکو مرے ذوق جمال آرائی تھا
رحم تو ایک طرف پایہ شناسی دیکھو — قیس کو کہتے ہین مجنون تھا صحرائی تھا
آنکھین قاتل سہی پر زندہ جو کرنا ہوتا — لب پہ اِن کے جان تو اعجاز مسیحائی تھا
خون رو رو دیئے بس دو ہی قدم مین چھالے — یان وہی حوصلۂ بادیہ پیمائی تھا

دشمن جان تھے ادھر ہجر مین درد و غم و رنج
اور اُدھر ایک اکیلا ترا شیدائی تھا

انگلیان اُٹھتی تھین مژگان کی اسی طرح پیہم
جس طرف بزم مین وہ کافر ترسائی تھا

کون اس راہ سے گذرا ہی کہ ہر نقش قدم
چشم عاشق کی طرح اس کا تماشائی تھا

خوب وقت آئے نکیرین جزا دیگا خدا
لحد تیرہ مین کیا عالم تنہائی تھا

ہم نے بھی حضرت شبلی کی زیارت کی تھی
یون تو ظاہر مین مقدس تھا پہ شیدائی تھا

تیس دن کے لیے ترک مے و ساقی کرلون
واعظ سادہ کو روزہ مین تو راضی کرلون

پھینکنے کی کوئی چیز نہین فضل و کمال
ورنہ حاسد تری خاطر سے مین یہ بھی کرلون

ای نکیرین قیامت ہی پہ رکھو پرسش
مین ذرا عمر گذشتہ کی تلافی کرلون

کچھ تو ہو چارۂ غم بات تو یکسو ہو جائے
تم خفا ہو تو اجل ہی کو مین راضی کرلون

اور پھر کس کو پسند آئیگا ویرانۂ دل
غم سے مانا بھی کہ اس گھر کو مین خالی کرلون

جور گردون سے جو مرنیکی بھی فرصت بلجائے
امتحان دم جان پرور عیسی کرلون

دل ہی ملتا نہین سفلون سے وگرنہ شبلی
خوب گذرے فلک دون سے جو یاری کرلون

ناتوان عشق نے آخر کیا ایسا ہم کو
غم اُٹھانیکا بھی باقی نہین یارا ہم کو

درد فرقت سے ترے ضعف ہے ایسا ہم کو
خواب مین بھی ترے دشوار ہے آنا ہم کو

جوش وحشت مین ہو کیا ہمکو بھلا فکر لباس
بس کفایت ہے جنون دامن صحرا ہم کو

رہبری کی دہن یار کی جانب خط نے
خضر نے چشمۂ حیوان یہ دکھایا ہم کو

دل گرا اُس کے زنخدان مین فریب خط سے
چاہ خس پوش تھا ای وائے نہ سوجھا ہم کو

وہ کاہیدگی جسم بھی کیا کام آئی　　بزم مین تجھے پہ رقیبون نے نہ دیکھا ہم کو

قالبِ جسم مین جان آگئی گویا شبلیؔ
معجزہ فکر نے اپنی یہ دکھایا ہم کو

کچھ اکیلی نہین میری قسمت　　غم کو بھی ساتھ لگا لائی ہے
منتظر دیر سے تھے تم میرے　　اب جو تشریف صبا لائی ہے
نکہتِ زلف غبارِ رہِ دوست　　آخر اس کوچہ سے کیا لائی ہے
موت بھی روٹھ گئی تھی مجھ سے　　یہ شبِ ہجر منا لائی ہے
تجکو لیجا کے مری آنکھ وہان　　اک تماشا سا دکھا لائی ہے
آہ کو سوے اثر بھیجا تھا　　وان سے کیا جانیے کیا لائی ہے

شبلیٔ زار سے کہدے کوئی
مژدۂ وصل صبا لائی ہے

یار کو رغبت اغیار نہ ہونے پائے　　گل تر کو ہوس خار نہ ہونے پائے
اسمین درپردہ سمجھتے ہین وہ اپنا ہی گلہ　　شکوۂ چرخ بھی زنہار نہونے پائے
فتنۂ حشر جو آنا تو دبے پاؤن ذرا　　بخت خفتہ مرا بیدار نہ ہونے پائے
ہائے دل کھولکے کچھ کہہ نہ سکے سوز دروں　　آبلے ہم سخن خار نہ ہونے پائے
چپکے وہ آتے ہین گلگشت کو اے باد صبا　　سبزۂ باغ بھی بیدار نہ ہونے پائے
پھر کہین جوش مین آجائین نہ یہ دیدۂ تر　　سامنے ابر گہربار نہ ہونے پائے
باغ کی سیر کو جاتے تو ہو پر یاد رہے　　سبزہ بیگانہ ہی دوچار نہ ہونے پائے
جمع کر لیجیے غمزون کو مگر خوبی بزم　　بس مین تنگ ہے کہ بازار نہونے پائے

آپ جاتے تو ہین اس بزم مین لیکن شبلی
حال دل دیکھیے اظہار نہ ہونے پائے

متفرقات

نوجوانون سے خطاب

کیے تھے ہم نے بھی کچھ کام جو کچھ ہم سے بن آئے
یہ قصہ جب کا ہے باقی تھا جب عہد شباب اپنا
اور اب تو سچ یہ ہے جو کچھ امیدین ہین وہ ہین تم سے
جوان ہو تم لب بام آ چکا ہے آفتاب اپنا

بکھرتا جاتا ہی شیرازۂ اوراق اسلامی[1] — چلینگی تندباد کفر کی یہ آندھیان کبتک
حریفون کو گلہ ہی آسمان سے خشک سالی کا — ہم اپنے خون سے سینچینگے انکی کھیتیان کبتک
حرم کی سمت بھی صید افگنونکی جب نگاہین ہین — تو پھر سمجھو کہ مرغان حرم کا آشیان کبتک
جو ہجرت کرکے بھی جائین تو اب شبلی کہان جائین
کہ اب امن و امان شام و نجد و قیروان کبتک

حضرت اکبر الہ آبادی کے رقعۂ دعوت کا جواب

آج دعوت مین نہ آنے کا مجھے بھی ہی ملال — لیکن اسباب کچھ ایسے ہین کہ مجبور ہون مین
آپ کے لطف و کرم کا مجھے انکار نہین — حلقہ در گوش ہون ممنون ہون مشکور ہون مین
لیکن اب مین وہ نہین ہون کہ پڑا پھرتا تھا — اب تو اللہ کے افضال سے تیمور ہون مین
دل کے بہلانیکی باتین ہین یہ شبلی ورنہ — جیتے جی مردہ ہون مرحوم ہون مغفور ہون مین

[1] یہ اشعار اُس شہر آشوب کے ہین جو کتابت مجموعہ کے بعد ہاتھ لگا اور آخر مین درج کر دیا گیا ہی-

سیرة نبوی کی تکمیل

مصارف سیرتِ مطلق ہوئے ہیں بر صورت
کہ ابرِ فیض سلطان جہان بیگم زر افشان ہے

رہی تالیف و تنقید روایتہاے تاریخی
تو اسکے واسطے حاضر مرادل ہے مرِی جان ہے

غرض دو ہاتھ ہیں اس کام کے انجام میں شامل
کہ جسمین اک فقیر بینوا ہے ایک سلطان ہے

ایک ناتمام نظم

اک شہر میں کہ پایۂ تختِ قدیم ہے
پھیلے پھرسے آج عجب شور و شین ہے

دیوار و در سے تہنیت فتح ہے بلند
غل ہے کہ آج عیش ہر راحت ہر چین ہے

پرچم ہیں پر قین ہیں علم ہیں نشان ہیں
گویا کہ وقت بزمِ مشرقین ہے

مسند نشین ہر تخت حکومت پہ جلوہ گر
دربار ہے کہ جلوہ گہ زیب و زین ہے

ہیں بیحجاب پردگیان حریم قدس
جنکی زبان پہ شور ہر نوحہ ہر بین ہے

تاکید اُن سے ہر کہ ادب سے کھڑی رہین
یعنی کہ احترام بھی فرض عین ہے

نشہ آور تھی نگاہ مست ساقی اسقدر
خود بخود لبریز ہے ہر ساغر و پیمانہ تھا

یون چشم تر مین قامت جانان ہر جلوہ گر
جسطرح سے کہ سرِ لبِ آب جو رہے

؎ جن گم شدہ اشعار کا ذکر گذارش مین ہوا انمین سے یہ شعر یاد رہگیا ہے۔

شہر آشوب اسلام

ریاست ہائے بلقان نے ملکر ایک ساتھ ترکی پر حملہ کیا تھا اور اُس سے ترکی کو جو نقصانِ عظیم اُٹھانا پڑا اُس پر تمام دنیائے اسلام نے خون کے آنسو بہائے تھے۔

ان ہی اشک فشانیوں کے چند قطرات یہ ہیں۔

حکومت پر زوال آیا تو پھر نام و نشاں کب تک
چراغِ کشتۂ محفل سے اُٹھے گا دھواں کب تک

قبائے سلطنت کے گر فلک نے کر دیے پرزے
فضائے آسمانی میں اُڑیں گی دھجیاں کب تک

مراکش جا چکا - فارس گیا - اب دیکھنا یہ ہے
کہ جیتا ہے یہ ٹرکی کا مریضِ سخت جاں کب تک

یہ سیلابِ بلا بلقان سے جو بڑھتا آتا ہے
اسے روکے گا مظلوموں کی آہوں کا دھواں کب تک

یہ سب ہیں رقصِ بسمل کا تماشا دیکھنے والے
یہ سیر اُن کو دکھائے گا شہیدِ نیم جاں کب تک

یہ وہ ہیں نالۂ مظلوم کی لے جن کو بھاتی ہے
یہ راگ ان کو سنائے گا یتیمِ ناتواں کب تک

کوئی پوچھے کہ اے تہذیبِ انسانی کے اُستادو!
یہ ظلم آرائیاں تا کے - یہ حشر انگیزیاں کب تک

یہ جوش انگیزیٔ طوفانِ بیدادِ بلا تا کے
یہ لطف اندوزیٔ ہنگامۂ آہ و فغاں کب تک

یہ مانا تم کو تلواروں کی تیزی آزمانی ہے
ہماری گردنوں پر ہوگا اِس کا امتحاں کب تک

نگارستان خوں کی سیر گر تم نے نہیں دیکھی
تو ہم دکھلائیں تم کو زخم ہائے خونچکاں کب تک

یہ مانا گرمیٔ محفل کے ساماں چاہئیں تم کو
دکھائیں ہم تمھیں ہنگامۂ آہ و فغاں کب تک

یہ مانا قصۂ غم سے تمھارا جی بہلتا ہے
سنائیں تم کو اپنے دردِ دل کی داستاں کب تک

یہ مانا تم کو شکوہ ہے فلک سے خشک سالی کا
ہم اپنے خون سے سینچیں تمھاری کھیتیاں کب تک

عروسِ ترکی کی نظرمین رکابِ شہ افشان
ہمارے ذرہ ہائے خاک ہونگے زرفشان کب تک

کہان تک لوگے ہم سے انتقامِ فتحِ ایوبی
دکھاؤ گے ہمین جنگِ صلیبی کا سمان کب تک

سمجھ کر یہ کہ دھندلے سے نشانِ رفتگان ہم ہین
مٹاؤ گے ہمارا اس طرح نام و نشان کب تک

زوالِ دولتِ عثمان زوالِ شرع و ملت ہے
عزیزو فکرِ فرزند و عیال و خانمان کب تک

خدارا تم یہ سمجھے بھی کہ یہ طیاریان کیا ہین؟
نہ سمجھے اب تو پھر سمجھو گے تم یہ چیستان کب تک

پرستارانِ خاکِ کعبہ دنیا سے اگر اٹھے
تو پھر یہ احترامِ سجدہ گاہِ قدسیان کب تک

جو گونج اٹھیگا عالم شورِ ناقوسِ کلیسا سے
تو پھر یہ نغمۂ توحید و گلبانگِ اذان کب تک

بکھرتے جاتے ہین شیرازۂ اوراقِ یزدانی
چلین گی تند بادِ کفر کی یہ آندھیان کب تک

کہین اڑ کر نہ دامانِ حرم کو بھی یہ چھو آئے
غبارِ کفر کی یہ بے محابا شوخیان کب تک

حرم کی سمت بھی صید افگنون کی جب نگاہین ہین
تو پھر سمجھو کہ مرغانِ حرم کے آشیان کب تک

جو ہجرت کرکے جائین بھی تو شبلی اب کہان جائین
کہین اب کیا کہ دامن گیریِ ہندوستان کب تک

مطبوعات دارالمصنفین (شبلی اکیڈمی)

مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن ۔ (حصہ اول) عرب کا قدیم جغرافیہ عاد و ثمود، سبا، اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر، اصحاب الفیل کی تاریخ اسطرح لکھی گئی ہے جسمین قرآن مجید سے بیان کردہ واقعات کی یونانی، رومی، اسرائیلی لٹریچر اور موجودہ آثار قدیمہ کی تحقیقات سے تائید و تصدیق ثابت کی ہے ۔ قیمت عہ/۴

ارض القرآن ۔ (حصہ دوم) اقوام قرآن سے مدین، اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنی اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت، زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث عہ/۱۱

دروس الادب ۔ عربی کی پہلی ریڈر، طبع سوم مع ترمیم ۲/

" دوسری ریڈر طبع دوم ۴/

رسالہ اہل سنت و الجماعت ۔ فرقہ اہل السنۃ والجماعت کے اصولی عقائد کی تحقیق ۔ طبع دوم ۔ قیمت ۸/

حیات مالک ۔ امام مالک کی سوانحعمری اور موطائے مالک پر تبصرہ قیمت عہ/

بہادر خواتین اسلام ۔ مسلمانوں کی عورتوں کے جنگی اور اخلاقی بہادری کے کارنامے ۴/

مولانا عبدالسلام ندوی

اسوۂ صحابہ جلد اول ۔ صحابہؓ کے عقائد، عبادات، اخلاق اور معاشرت کی صحیح تصویر اور قرون اول کے اسلام کا عملی خاکہ اسکا مطالعہ ہر مسلمان کا فرض ہے ضخامت ۳۵۰ صفحہ ۔ قیمت ہے/۸

اسوۂ صحابہ جلد دوم ۔ صحابہؓ کے سیاسی، انتظامی اور علمی کارنامون کی تفصیل، ضخامت ۴۵۰ صفحہ قیمت للعہ/

انقلاب الامم ۔ ڈاکٹر لیبان کی مشہور کتاب قومون کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی کا خلاصہ، طبع دوم ۔ قیمت عہ/

اسوۂ صحابیات ۔ صحابیات کے مذہبی اخلاقی اور علمی کارنامون کا مرقع ۔ عہ/

سیرۃ عمر ابن عبدالعزیز ۔ حضرت عمر ابن عبدالعزیز خلیفۂ اموی کی سوانح حیات اور انکے مجددانہ کارنامے طبع دوم عہ/۸

مولوی عبدالباری ندوی

برکلے اور اسکا فلسفہ ۔ مشہور فلاسفر برکلے کے حالات زندگی اور اسکے فلسفہ کی تشریح قیمت ۴/

مبادی علم انسانی - مادیت کی تردید مین برکلے کی مشہور کتاب پرنسپلس آف ہیومن نالیج کا نہایت فہمیدہ اور سنجیدہ ترجمہ جس مین حو اس انسانی پر بحث کرکے مادیت کا ابطال کیا ہے - قیمت ۸ر

مولوی عبدالماجد بی اے

مثنوی بحر المحبت - شیخ مصحفی کی ایک نایاب مثنوی مع سوانح مصحفی - ۱۲ر

پیام امن - موسیو رچرڈ بال ایک فرانسیسی مصنف کے خیالات دربارۂ امن عالم، واخوت انسانی وخون آشامیٔ دول یورپ کی ترجمانی ہے - اور اسکے بعد مولوی صاحب موصوف کا تبصرہ ہے جسمین انھین مسائل پر انجیل اور قرآن کی تعلیمات کی تفصیل ہے اُردو مین بالکل نئے خیالات ہین ۱۶۰ صفحات - قیمت ۸ر

مکالمات برکلے - برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ جس مین مکالمہ کی صورت مین برکلے نے مادیت کا ابطال کیا ہے - ۸ر

مولوی محمد یونس مرحوم فرنگی محلی

روح الاجتماع - موسیو لیبان کی کتاب "جماعت ہاے انسانی" کے اصول نفسیہ کا اُردو ترجمہ جسمین انسانی جماعت کے اخلاق، پبلک رہنماؤن کے خصوصیات اور جماعتون کے بننے اور بگڑنے کے قوانین نفسی بیان کیے گئے ہین - صفحات ۲۳۲ قیمت ۶ر

ابن رشد - مشہور مسلمان اندلسی حکیم جو مسلمانون کے فلسفہ کا بہترین شارح سمجھا جاتا ہے، اور جس کی تصنیفات مدتون تک یورپ مین پڑہائی جاتی تھین - اُس کے سوانح اور اُسکے فلسفہ پر تبصرہ اور اسی ضمن مین مسلمانون کے علم کلام وفلسفہ پر ریویو - اور یورپ مین اسلامی علوم کی اشاعت کی تاریخ، اور فلسفہ جدیدہ وقدیمہ کا موازنہ بھی آگیا ہے ابن رشد کے متعلق اتنا بڑا ذخیرہ معلومات کسی مشرقی زبان مین بھی نہین مل سکتا ..۴ صفحے ۸ر

مولوی سعید انصاری

سیر الصحابیات - ازواج مطہرات، بنات طاہرات اور صحابیات کی سوانحعمریان اور اُنکے علمی واخلاقی کارنامے - ۸ر

صاحبزادہ ظفر حسن خان

مقالہ روسو جس مین فرانس کے مشہور قلمی انقلابی ہیرو (روسو) نے علوم وفنون کے افادی اثرات ونتائج پر تنقید کی ہے - ۸ر

ملنے کا پتہ :- الناظر بک ایجنسی لکھنؤ